امام حسین علیہ السلام اور فقہ
تالیف: مجاہد حسین دامانی قمی

امام حسین علیہ السلام اور فقہ

تالیف

مجاہد حسین دامانی قمی

تالیف: مجاہد حسین دامانی قمی

مشخصات کتاب

اسم کتاب : امام حسین علیہ السلام اور فقہ

تالیف : مجاہد حسین دامانی قمی

کمپوزنگ : امبر فاطمہ (سفینۂ علم، قم ۰۰۹۸۹۱۹۸۵۳۸۲۴۸)

تصحیح اوّل : حجت الاسلام احمد محمدی مجد

تصحیح دوّم : حجت الاسلام محسن داد سرشت تہرانی

تصحیح سوّم : آقائے زیدی

سال اشاعت : ۲۰۱۹

انتساب

اس کتاب کو عمومی طور پر **اہلبیت رسول ﷺ** کے نام ہدیہ کرتا ہوں جنہوں نے اسلام کے **فقہی حکم نذر (منّت) کو پورا کرتے ہوئے** تین (۳) دن اس طرح روزہ رکھا کہ اپنے افطار کیلئے بنائی گئی روٹیاں ایک دن **مسکین**، اگلے دن **یتیم**، اور تیسرے دن اسیر کو بخش دی تو قرآن کی آیت نازل ہوئی:

يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا

(یہ لوگ) اپنی نذر (منّت) پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیل جائے گی، اور **اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور اسیر قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں**، (کہتے ہیں) ہم تمہیں صرف اللہ کی رضا کی خاطر کھلا رہے ہیں ہم نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔ (سورہ انسان/دھر/ھل اَتی، آیت ۷)

ساتھ ہی خصوصی طور پر **امام حسین** علیہ السلام کو ہدیہ کرتا ہوں جو بقول پیغمبر ﷺ سید شباب اھل الجنّہ ہیں مگر **ان کی مظلومیت اس انتہا پر پہنچی** کہ بعض مسلمانوں نے فرزندِ پیغمبر ﷺ سے **روایاتِ فقہی واحکامِ شریعت** کو لینے کے بجائے ان افراد سے احکام کو لیا جن کے وجود میں اہلبیتِ رسول ﷺ سے تنفّر، بُغض، اور دشمنی تھی اور منافقین اور فاسقین سے رجوع کیا۔

فہرست مطالب

اظہار تشکر

اللہ تعالیٰ کے لا تعداد، انگنت، بے حساب، اور بے شمار احسانات ہیں کہ اس نے ہمیں عدم سے وجود بخشا حتیٰ ہمارے وجود کا ذرّہ ذرّہ خدا کے فضل کا ممنون ہے اور حتیٰ ہم پلگ جھپکنے کے لئے بھی اس کے لطف و کرم کے محتاج ہیں اور اس کے فیض کے بغیر ہمارے لئے سانس لینا بھی ممکن نہیں۔

بے انتہا شکر اُس باری تعالیٰ کا جس نے ہماری ہدایت کے لئے محمّد و آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذواتِ مقدسہ کو بھیجا جن کے قول، فعل، اور تقریر، بہ تعبیر دیگر؛ گفتار، کردار اور رفتار کو ہمارے لئے سنّت و حجّت قرار دیا۔

پھر ہمارے والدین محترم کا بے حدّ شکریہ کہ جنہوں نے دینِ مبین اسلام کے بتائے ہوئے طریقے پر ہماری تربیت کرنے کی کوشش کی اور اپنی راحت کو بھلا کر تا حدِّ توان ہمیں راحت پہنچانے کی کوشش کی، (رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا)۔

انکے بعد اُن تمام اساتذہ کا بے حد شکریہ جنہوں نے الف ب سکھانے سے لے کر اب تک ہر اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف راہنمائی کی۔

پھر والدین کے ان دوستوں کا شکریہ جنہیں خدا نے وسیلہ بنایا کہ انہوں نے ہماری زندگی میں درپیش ہر مشکل وقت میں ہر قسم کا اخلاقی اور مالی تعاون کیا۔

پھر حجت الاسلام احمد محمدی مجد، حجت الاسلام محسن دادسرشت تہرانی اور آقائے زیدی کا بے حدّ شکریہ جنہوں نے رہنمائی اور تصحیح فرمائی۔

پھر اپنے تمام رشتے داروں اور دوستوں کا شکریہ جنہوں نے دامے، درمے، سخنے تعاون کیا، خداوندِ متعال سے دعا ہے کہ پروردگار اس حقیر سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے۔ (آمین)

مقدمہ

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

الحمدللہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی محمّدٍ وّ آلِ محمّدٍ وّ عجّل فرجھم

و لعنۃ اللہ علیٰ اعدائھم اجمعین الی قیام یوم الدین.

أَمۡ حَسِبۡتَ أَنَّ أَصۡحَٰبَ ٱلۡكَهۡفِ وَٱلرَّقِيمِ كَانُواْ مِنۡ ءَايَٰتِنَا عَجَبًا (سورۂ کہف، آیت ۹)

کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ کہف و رقیم والے ہماری نشانیوں میں سے کوئی تعجب خیز نشانی تھے؟ [۱]

۱۔ ☆ ابنِ شہر آشوب نے ابو مخنف سے روایت کی ہے: جب امام حسین علیہ السلام کے سر کو کوفہ میں صرافیوں کے بازار میں نیزہ پر بلند کیا گیا تھا تو سر سے **سورہ کہف کی تلاوت** کی آواز آئی۔ اس معجزہ نے یزیدیوں کی ضلالت میں اور اضافہ کر دیا۔ پس انہوں نے اس سر کو درخت پر لٹکا دیا تو اس سر نے آیت وَسَيَعۡلَمُ ٱلَّذِينَ ظَلَمُوٓاْ أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ (سورہ شعراء، آیت ۲۲۷) کی تلاوت شروع کر دی۔ (شہادت نامہ امام حسین علیہ السلام ج ۲ پژوہشکدہ باقر العلوم قم، ص ۵۰۶ جس میں مناقب آل ابی طالب ج ۴، ص ۶۰، بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۳۰۴ سے نقل کیا گیا ہے۔) ☆ شیخ مفید نے زید بن ارقم سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: جب امام حسین علیہ السلام کا سر نیزہ پر بلند تھا، تو میرے نزدیک سے عبور کیا گیا، میں کمرے میں تھا جیسے ہی میرے سامنے آیا، میں نے سُنا کہ آیتِ **أَمۡ حَسِبۡتَ أَنَّ أَصۡحَٰبَ ٱلۡكَهۡفِ وَٱلرَّقِيمِ كَانُواْ مِنۡ ءَايَٰتِنَا عَجَبًا** کی تلاوت کر رہا ہے۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے، میں چیخا: "خدا کی قسم فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کا سر بہت تعجب آور ہے۔" (شہادت نامہ امام حسین علیہ السلام ج ۲ پژوہشکدہ باقر العلوم قم، ص ۵۰۷ جس میں ارشاد، ص ۲۴۵، اثبات الہداۃ، ج ۵ ص ۱۸۸ ح ۱۲۵، بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۲۱ سے نقل کیا گیا ہے۔) ☆ راوندی نے منہال بن عمرو سے نقل کیا ہے: خدا کی قسم میں نے امام حسین علیہ السلام کے سر کو دیکھا کہ جو بلند کر کے لے جایا جا رہا تھا۔ میں دمشق میں تھا، اس سر کے آگے ایک شخص **سورہ کہف کی تلاوت** کر رہا تھا جیسے ہی وہ آیتِ **أَمۡ حَسِبۡتَ أَنَّ أَصۡحَٰبَ ٱلۡكَهۡفِ وَٱلرَّقِيمِ كَانُواْ مِنۡ ءَايَٰتِنَا عَجَبًا** پر پہنچا خدا نے اس سر کو فصیح و روشن طور پر گویا کیا اور فرمایا: اصحاب کہف سے زیادہ تعجب آور، میرا قتل اور میرے سر کا لے جایا جانا ہے۔ (مقتل امام حسین علیہ السلام ج ۲ پژوہشکدہ باقر العلوم قم، ص ۵۴۱ جس میں الخرائج والجرائح ج ۲، ص ۵۵۷، ح ۱، الثاقب فی المناقب، ص ۳۳۳، ح ۲، بحار الانوار ج ۴۵، ص ۱۸۸ سے نقل کیا ہے۔)

اللہ تعالیٰ نے پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انبیاء علیہم السلام کی رسالت کی تکمیل اور انسانی زندگی کی ہدایت کے لئے قیامت تک کے لئے مبعوث فرمایا۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے اپنی تمام کوششوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کارِ رسالت کو بطورِ احسن انجام دیا اور بعثت کی ابتداء سے فرصت کی انتہا تک تمام مشکلات و موانع کے باوجود امّت کی ہدایت و راہنمائی جاری رکھی اور وہ تمام امور جو ان تک وحی کے ذریعے پہنچتے تھے، واضح اور روشن طور پر امّت کو ابلاغ فرمادیئے اور وحی کے احکام کی تفسیر کے بیان کیلیئے بے انتہا کوشش کی، اگرچہ وقت کی کمی ،مسائل کی کثرت اور مشکلات کا وجود مانع بنا کہ وہ تمام معارف الٰہی ، احکام شرعی اور اخلاقِ اسلامی جو قیامت تک آنے والی نسلوں کیلیئے ہدایت و کمال کا باعث بنے ان کی تمام جزئیات کے ساتھ بیان ہو سکیں اور یہ کیسے ممکن ہے کہ ۲۳ سال کی اس کوتاہ مدت میں قیامت تک کے تمام مسائل ان کی تمام جزئیات اور باریک بینیوں کے ساتھ بیان ہو سکیں اس حال میں کہ پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا بیشتر حصہ غزوات ،سریات، مخفی مبارزات، دشمن کے محاصرے اور دیگر حکومتی امور میں صَرف ہوا ہے۔

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہرگز اپنی تبلیغ اور رسالت کو ناقص نہ چھوڑا اور امرِ الٰہی کی تبیین اور تفسیر کے لئے اپنے جانشین کو معیّن کیا اور بارہا وصیت فرمائی کہ قرآن و عترت میری امانتیں ہیں جو میں اُمّت کے سُپرد کر رہا ہوں کہ ان وصیتوں میں سے ایک حدیث متواتر ثقلین ہے کہ جسے تمام اسلامی فرقوں نے نقل کیا ہے۔[1]

۱۔ رجوع : احقاق الحق وازہاق الباطل، ج۹ ص۳۰۹ جس میں خصائص نسائی، مستدرک حاکم، مناقب ابن مغازلی، مناقب خوارزمی، مجمع الزواید ہیثمی، تلخیص المستدرک ذہبی، سیرۃ حلبی، ینابیع المودہ و... سے نقل کیا گیا ہے۔

لیکن نہایت ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ثقلِ دوم یعنی اہل بیت علیہم السلام جو قرآن مجید کے اصلی مفسرانِ وحی تھے مظلوم ہوگئے اور پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد معارف واحکام کے حصول کے لئے ان سے رُجوع نہ کیا گیا۔

یہ حقیقت ہر اس شخص پر واضح ہے کہ جس نے تاریخِ اسلام کی تحقیق و مطالعہ کیا ہو خصوصاً تاریخِ صدرِ اسلام میں کتابتِ حدیث کا حرام ہونا اور اسکے بعد آئمہ علیہم السلام کی احادیث کے راویوں کو تبعید اور جلاوطن کرنا، انہیں قید کرنا حتی قتل کردینا اتنا زیادہ ہوگیا کہ ان کی مظلومیت انتہا تک پہنچ گئی۔

لیکن ان تمام مشکلات کے باوجود بعض پاک طینت محبّین نے اللہ کی عروۃالوثقیٰ کو مضبوطی سے تھامے رکھا اور معارفِ اہل بیت علیہم السلام کے سمندر سے سیراب ہوئے اور نہ صرف خود بلکہ دوسروں کو بھی تشنگی سے نجات دی۔ یہ گروہ اگرچہ کم تھا مگر انہوں نے اپنی بے انتہا کوششوں سے امانت و صداقت کے ساتھ پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ علیہم السلام کی روایات کے خزانے کو محفوظ رکھا اور اس وقت تک اپنی وراثت میں منتقل کرتے رہے یہاں تک کہ حدیث کو نقل و روایت کرنا علمی صورت میں وسیع طور پر ظاہر نہ ہوگیا اور اصول و فروع و احکام علمی صورت میں آشکار ہوئے اور علمی تاریخ میں روایت حدیث کی مختلف صورتیں اور روشنی ظاہر ہوئی۔[۱]

امام حسین علیہ السلام ، اہل بیت علیہم السلام میں سے ایک فرد ہیں اور قرآن کے برابر ثقل دوم ہونے کے ساتھ ساتھ عزت، افتخار اور سربلندی کے ساتھ کربلا میں یزید

۱۔ فرہنگ جامع سخنان امام حسین علیہ السلام، صفحہ ۱۶

باطل کے سامنے حق کو قائم کرنے والی سب سے بڑی ہستی ہیں کہ جس کی مثال تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ امام عالی مقام علیہ السلام کا کربلا میں تاریخی اقدام مختلف طریقوں اور جہتوں سے توجّہ کا مرکز رہاہے۔یہی وجہ ہے کہ تاریخِ کربلا ان کی دوسری صفات و خصوصیات اور زندگی کے دیگر امور پر غلبہ رکھتی ہے۔یہاں تک کہ علماء اور خطباء نے بھی امام علیہ السلام کے تاریخِ کربلا کے پہلو کو جیسا اس کا حق تھا ویسی اہمیت دی ہے۔ لیکن طبیعی شے ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی زندگی سے تاریخِ کربلا کا کثرت سے بیان ہونا اس بات کا باعث بنا کہ بعض لوگ جن کی تعداد روز بروز بڑھتی جارہی ہے، صرف یہ فکر کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام جو تمام مسلمانوں کے امام اور رہبرِ الٰہی تھے، ان کی زندگی میں صرف سیاست و حکومت کے قیام کی جہت تھی، اصلاً فقہ و عبادات و شریعتِ اسلامی کے احکامات سے ان کی زندگی بالکل خالی تھی، جبکہ ایسا نہیں ہے۔اسی وجہ سے اس ضرورت کا احساس کیا گیا کہ امام حسین علیہ السلام کے وہ اقوال اور افعال جو جنبۂ فقہی رکھتے ہیں، کی تحقیق کی جائے لہٰذا اس چیز کی طرف توجّہ کرتے ہوئے کہ اس جہت سے بہت کم کام انجام پایا ہے حتیٰ کہ اس سلسلے میں کوئی مستقل کتاب بھی نہیں ملتی ہے یہی وجہ ہے جو بعض افراد کے انحراف کا باعث بنی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کے ماننے والوں کا فقہ و احکام و عبادات سے کیا سروکار۔ اس کتاب میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے فقہی اقوال و افعال کے نمونوں اور مثالوں کو ذکر کیا جائے۔

اصلی سوال کیا ہے؟

امام حسین علیہ السلام تمام فرقوں میں ایک خاص مقام، منزلت اور بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ ان کے اقوال اور راہ و روش تمام مسلمانوں کیلئے حجّت ہے۔ اور مسلمانوں کیلئے درس زندگی اور بہترین نمونۂ عمل ہے۔ امام عالی مقام علیہ السلام کے کربلا کے تاریخی اقدام کو مختلف جہتوں اور افکار سے موردِ توجّہ قرار دیا جاتا رہا ہے لیکن اس کتاب میں اصلی سوال یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی جانب سے فقہی جہت سے کیا علمی سرمایہ ہم تک پہنچا ہے۔ بہ تعبیر دیگر امام حسین علیہ السلام کی زندگی میں فقہ کس طرح جلوہ گر ہوئی ہے؟

فرعی سوالات کیا ہیں؟

(الف) اسلام اور مذہب امامیہ میں فقہ کا کیا مقام ہے؟
(ب) امام حسین علیہ السلام کے فقہی اقوال کیا ہیں؟
(ج) امام حسین علیہ السلام کے وہ افعال و کردار و رفتار جو فقہ پر مبنی ہیں، کیا ہیں؟

اس کتاب کی اہمیت و ضرورت

امام حسین علیہ السلام کی زندگی میں تاریخِ کربلا کی جہت کے غلبہ کی طرف توجہ کرتے ہوئے اور علماء اور خطباء کے اکثر وبیشتر اسی جہت سے امام عالی مقام علیہ السلام کے گفتار و کردار کا بیان ہونا اس بات کا باعث بنا ہے کہ بعض لوگ یہ فکر کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام اس کے باوجود کہ تمام مسلمانوں کے امام و ہادی تھے صرف جہتِ کربلا رکھتے تھے اور ان کا معاذاللہ فقہ و شریعت و عباداتِ اسلامی سے کوئی سروکار نہ تھا

۔ پس اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ امام حسین علیہ السلام کی زندگی میں فقہی جہات کی تحقیق و جستجو کی جائے، خاص طور پر اس طرف متوجہ کرتے ہوئے کہ اس سلسلے میں بہت کم کام ہوا ہے اور کوئی مستقل تحریر اس سلسلے میں موجود نہیں ہے ۔یہی وجہ بعض افراد کے انحراف کا باعث بنی ہے۔

اس کتاب کے موضوع کا سابقہ یا اس موضوع پر کیا گیا ماضی میں کام

امام حسین علیہ السلام کے واقعۂ کربلا میں اعلیٰ کردار کے بارے میں بے شمار کتابیں ہیں لیکن خاص اس موضوع کے بارے میں بہت تلاش و جستجو کے بعد مجھے صرف عربی زبان میں دو کتابیں مل سکیں حالانکہ ان دو کتابوں میں بھی اس موضوع پر زیادہ تذکرہ نہیں ہوا، کیونکہ یہ دو کتابیں بھی دائرۃ المعارف (Encyclopedia) ہیں۔ ایک موسوعۃ کلمات الامام الحسین علیہ السلام اور دوسری دائرۃ المعارف الحسینیہ جس کی ۴ جلدیں الحسین والتشریع الاسلامی پر ہیں جو بعض ان مطالب کو جو امام حسین علیہ السلام کے زمانے میں تشریع اور مدرسہ گزاری کے بارے میں ہیں، بیان کرتی ہے۔ پس ایسی کتاب یا تحقیقی رسالہ جو خاص اس موضوع پر ہو مجھے نہیں ملا۔

اس کتاب کی خصوصیات

۱۔ یہ کتاب اوّلاً امام حسین علیہ السلام کے زمانۂ حیات سے مختص ہے۔ اور ثانیاً صرف جہت فقہی سے متعلق ہے۔

۲۔ اس کتاب کا مقصد امام حسین علیہ السلام کے فقہی اقوال و افعال کی جمع آوری ہے اس لئے یہ کتاب صرف نقلِ روایات و احادیث پر مبنی ہے اور ہر حدیث کے بارے میں

سندی درایۃ الحدیث یا رجالی گفتگو نہیں کی گئی ہے۔ اگرچہ کوشش کی گئی ہے کہ ان روایات سے پرہیز کیا جائے جو تقیّہ کی ہوں یا شیعوں کے مسلّمہ فقہی مسائل کے برخلاف ہوں تو ایسی احادیث کو درج نہیں کیا گیا ہے۔

۳۔اس کتاب کی تمام احادیث کو استادِ محترم حجت الاسلام احمد محمدی مجد اور استادِ محترم حجت الاسلام محسن داد سرشت تہرانی کی زیر نگرانی جمع آوری کیا گیا ہے تاکہ وہ احادیث جو تشیّع کے مسلّمہ فقہی مسائل کے خلاف ہو بیان نہ کی جائیں۔

۴۔ یہ کتاب صرف عِلمی اور اطلاعاتی کاوش ہے، تقلیدی یا فتوائی پہلو نہیں رکھتی ہے۔

تاریخ آغاز و اختتامِ کتاب

آغازِ کتاب بہ زبان عربی و فارسی: ۹ذی القعدہ ۱۴۳۲ ہجری (اس دن کی یاد جب حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام کو کوفہ سے خط لکھا تھا)

اختتامِ کتاب بہ زبان عربی و فارسی: ۷ ربیع الاول ۱۴۳۳ہجری (شبِ شہادتِ امام حسن عسکری علیہ السلام)

آغازِ کتاب بہ زبان اردو: ۱۷رمضان المبارک ۱۴۴۰ہجری

اختتامِ کتاب بہ زبان اردو: ۹ذی الحجّہ ۱۴۴۰ہجری (روزِ شہادت حضرت مسلم ابن عقیل علیہ السلام اور حضرت ہانی بن عروہ علیہ السلام)

آخر میں تمام مؤمنین سے درخواست ہے کہ اگرچہ بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ متن، حاشیہ، یا ٹائپنگ میں خطا نہ ہو مگر سوائے معصومین علیہم السلام کے ہر انسان سے خطا کا امکان ہے، اس لئے برائے مہربانی در گزر کرتے ہوئے اصلاح کیلئے بلا جھجک حقیر کو اطلاع دے سکتے ہیں۔

بارگاہ احدیت میں دعا گو ہیں کہ اللہ تعالی ہم سب کو، ہمارے والدین ،اساتذہ اور محسِنین کو آخرت میں بھرپور کامیابی عنایت فرمائے۔آمین

التماسِ دعا،

مجاہد حسین دامانی

۰۰۹۸۹۳۶۶۴۹۶۲۸۱

پہلی فصل: مفاہیم

امام

امام کے لغوی معنی

لفظ "امام"، "امّ" کے مادّہ سے ہے۔ جسکے اصل معنی "قصد کرنا" ہے۔[1] لفظ "امام" لغت میں مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلًا:

۱۔ وہ شخص جس کی اقتداء کی جائے۔

۲۔ رہبر و پیشوا۔

۳۔ معلّم۔

۴۔ راستہ وراہ وغیرہ۔[2]

ظاہراًان تمام معانی کی بنیاد "خاص توجّہ کے ساتھ قصد کرنا" ہے۔ کیونکہ ماں کو اور کسی چیز کی اصل واساس کو "اُمّ" کہتے ہیں کیونکہ انسان کیلئے موردِ توجہ ہے یا مقتدا و پیشواو رہبر کو "امام" کہتے ہیں کیونکہ لوگ اس کی طرف ایک خاص توجّہ کے ساتھ آتے ہیں۔

لفظ "امام" قرآن میں

کلمہ "امام" اور اس کی جمع "آئمہ" مجموعاً ۱۲بارہ مرتبہ قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے، جن میں سات مرتبہ مفرد کی صورت میں اور پانچ مرتبہ جمع کی شکل میں[3]، بہر حال یہ

۱۔ لسان العرب، ج ۱۲ص ۲۲

۲۔ لسان العرب، ج ۱۲ص ۲۴

۳۔ المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، ص ۸۱-۸۰

لفظ قرآن مجید میں مندرجہ ذیل معانی میں استعمال ہوا ہے۔ (لیکن یاد رہے قرآن مجید کی آیات کے الفاظ کے ایک سے زیادہ کئی معانی ممکن ہوتے ہیں۔)

۱۔ لوحِ محفوظ (۱ بار) وَكُلَّ شَيۡءٍ أَحۡصَيۡنَٰهُ فِيٓ إِمَامٖ مُّبِينٖ (اور ہم نے ہر شے کو ایک روشن امام میں جمع کر دیا ہے) (یٰس ۱۲)

۲۔ راستہ و راہ (۱ بار) فَٱنتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٖ مُّبِينٖ (تو ہم نے ان سے بھی انتقام لیا اور یہ دونوں بستیاں واضح شاہراہ پر ہیں) (حجر ۷۹)

۳۔ تورات یا کتاب و پیشوا (۲ بار) كِتَٰبُ مُوسَىٰٓ إِمَامٗا وَرَحۡمَةٗ (اور اس سے پہلے موسٰی علیہ السّلام کی کتاب تھی جو رہنما اور رحمت تھی) (احقاف ۱۲)، (ھود ۱۷)

۴۔ پیشوایانِ الٰھی و صالح (۵ بار) وَجَعَلۡنَٰهُمۡ أَئِمَّةٗ يَهۡدُونَ بِأَمۡرِنَا (اور ہم نے ان سب کو پیشوا قرار دیا جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے) (انبیاء ۷۳)، وَٱجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِينَ إِمَامًا (اور ہمیں صاحبانِ تقویٰ کا پیشوا بنا دے) (فرقان ۷۴)، وَنَجۡعَلَهُمۡ أَئِمَّةٗ وَنَجۡعَلَهُمُ ٱلۡوَٰرِثِينَ (اور انہیں لوگوں کا پیشوا بنائیں اور زمین کا وارث قرار دیدیں) (قصص ۵)، وَجَعَلۡنَا مِنۡهُمۡ أَئِمَّةٗ يَهۡدُونَ بِأَمۡرِنَا (اور ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کو امام اور پیشوا قرار دیا ہے جو ہمارے امر سے لوگوں کی ہدایت کرتے ہیں) (سجدہ ۲۴)

۵۔ پیشوایانِ کفر و ضلالت (۲ بار) فَقَٰتِلُوٓاْ أَئِمَّةَ ٱلۡكُفۡرِ (تو کفر کے سربراہوں سے کھل کر جہاد کرو) (توبہ ۱۲)، وَجَعَلۡنَٰهُمۡ أَئِمَّةٗ يَدۡعُونَ إِلَى ٱلنَّارِ (اور ہم نے ان لوگوں کو جہنّم کی طرف دعوت دینے والا پیشوا قرار دے دیا ہے) (قصص ۴۱)

۶۔ جامع مفہوم جو ہدایت و ضلالت دونوں کے پیشوا کو شامل کرتا ہے (۱ بار) يَوْمَ نَدْعُواْ كُلَّ أُنَاسٍۢ بِإِمَٰمِهِمْ (قیامت کا دن وہ ہوگا جب ہم ہر گروہ انسانی کو اس کے پیشوا کے ساتھ بلائیں گے) (اسراء۷۱)

"امام" کے اصطلاحی معنی

سید مرتضیٰ عسکری اپنی کتاب "معالم المدرستین" میں لکھتے ہیں:

"امام"، اسلام میں، ہادی، اور خدا کے حکم سے راہِ خدا کی طرف ہدایت کرنے والے کو کہتے ہیں۔ چاہے انسان ہو یا کتاب، چنانچہ انسان کے بارے میں فرماتا ہے:

وَإِذِ ٱبْتَلَىٰٓ إِبْرَٰهِـۧمَ رَبُّهُۥ بِكَلِمَٰتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ۖ قَالَ إِنِّى جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۖ قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِى ۖ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى ٱلظَّٰلِمِينَ (اور اس وقت کو یاد کرو جب خدا نے چند کلمات کے ذریعے ابراہیم علیہ السّلام کا امتحان لیا اور انہوں نے پورا کر دیا تو اس نے کہا کہ میں تم کو لوگوں کا امام بنا رہا ہوں۔ انہوں نے عرض کی کہ اور میری ذریت سے؟ ارشاد ہوا کہ میرا یہ عہدۂ امامت ظالمین کو نہیں پہنچے گا) (سورہ البقرہ ۱۲۴)

اور دوسری جگہ فرمایا:

وَجَعَلْنَٰهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَآ إِلَيْهِمْ فِعْلَ ٱلْخَيْرَٰتِ وَإِقَامَ ٱلصَّلَوٰةِ وَإِيتَآءَ ٱلزَّكَوٰةِ ۖ وَكَانُواْ لَنَا عَٰبِدِينَ (اور ہم نے ان سب کو پیشوا قرار دیا جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ان کی طرف کار خیر کرنے نماز قائم کرنے اور زکات ادا کرنے کی وحی کی اور یہ سب کے سب ہمارے عبادت گزار بندے تھے) (سورہ انبیاء ۷۳)

اور کتاب کی امامت کے بارے میں فرمایا:

أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِۦ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِن قَبْلِهِۦ كِتَٰبُ مُوسَىٰٓ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ أُوْلَٰٓئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِۦ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِهِۦ مِنَ ٱلْأَحْزَابِ فَٱلنَّارُ مَوْعِدُهُۥ ۚ فَلَا تَكُ فِى مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ إِنَّهُ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ (کیا جو شخص اپنے رب کی طرف سے کھلی دلیل رکھتا ہے اور اس کے پیچھے اس کا گواہ بھی ہے اور اس کے پہلے موسیٰ کی کتاب گواہی دے رہی ہے جو قوم کے لئے پیشوا اور رحمت تھی، صاحبانِ ایمان اسی پر ایمان رکھتے ہیں اور جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں ان کا ٹھکانہ جہنّم ہے تو خبر دار تم اس قرآن کی طرف سے شک میں مبتلا نہ ہونا، یہ خدا کی طرف سے برحق ہے اگرچہ اکثر لوگ اس پر ایمان نہیں لاتے ہیں)(ھود ۱۷)

مندرجہ بالا آیات کے مضمون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں امام ہونے کی شرط یہ ہے کہ

اگر "کتاب" ہے تو ضروری ہے کہ خدا کی جانب سے اس کے پیامبروں پر لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل ہوئی ہو۔ اس وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتاب قرآن کریم اور اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تورات اور دیگر آسمانی کتابیں جو دیگر انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں۔

اگر "انسان" ہے تو ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے تعیین ہوا ہو اور ہرگز اپنی پوری زندگی میں کبھی بھی ظالم نہ رہا ہو (حتیٰ کہ شرک کے ذریعے کیونکہ شرک بھی ظلمِ عظیم ہے) جیسا کہ فرمایا: "اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا" (میں تم کو لوگوں کا امام بنا رہا

ہوں۔) اور فرمایا: ''لَا يَنَالُ عَهْدِيَ الظَّالِمِينَ'' (میرا یہ عہدۂ امامت ظالمین کو نہیں پہنچے گا) (سورہ البقرہ ۱۲۴)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی اصطلاح میں امام یعنی:

(الف) ایسی کتاب جو خدا کی جانب سے پیامبروں پر لوگوں کی ہدایت کیلئے ہو۔

(ب) ایسا انسانِ معصوم جو خدا کی جانب سے لوگوں کی ہدایت کیلئے تعیین کیا ہوا ہو۔[1]

آیت اللہ شیخ محمد صادق محمد الکرباسی فرماتے ہیں:

''امام'' کالفظ اس معصوم ہستی پر اطلاق ہوتا ہے جو نبوّت سے بالاتر درجہ رکھتا ہو جیسا کہ اللہ نے اپنے نبی خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کا درجہ بلند کرنے کے بعد فرمایا:

وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ۖ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۖ قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي ۖ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ (اور اس وقت کو یاد کرو جب خدا نے چند کلمات کے ذریعے ابراہیم علیہ السّلام کا امتحان لیا اور انہوں نے پورا کر دیا تو خداوند متعال نے کہا کہ میں تمھیں لوگوں کا امام بنا رہا ہوں۔ انہوں نے عرض کی کہ اور میری ذریت سے؟ ارشاد ہوا کہ میرا یہ عہدۂ امامت، ظالمین کو نہیں پہنچے گا) (سورہ البقرہ ۱۲۴)

پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی بھی تھے اور امام بھی تھے۔ اسی طرح پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی بھی تھے اور امام بھی تھے۔ دینِ اسلام میں لفظ ''امام'' معصوم ہستیوں کیلئے استعمال کیا جاتا ہے جو آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہیں جنکی امامت کے بارے میں صریح نصّ (واضح

۱۔ ترجمہ معالم المدرستین؛ ج ۱ ص ۲۳۷.

فرمان) رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے موجود ہے اور اس سلسلے میں روایات وارد ہوئی ہیں جو حدّ تواتر تک پہنچتی ہیں۔[1]

بہر حال کلمہ "امام" مقتدی، مرجع، قائد، پیشوا و رہبر وراہنما کے معانی رکھتا ہے۔ بعض اوقات لفظ "امام" ان میں سے ایک معنی کا استفادہ کیا جاتا ہے لیکن اکثر اوقات ان معانی کا مجموع یعنی تمام معانی ایک ساتھ مراد لیے جاتے ہیں۔ مثلاً مندرجہ ذیل آیات میں تمام معانی مراد ہیں۔ وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى ٱلَّذِينَ ٱسْتُضْعِفُواْ فِي ٱلْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ ٱلْوَٰرِثِينَ (اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور بنادیا گیا ہے ان پر احسان کریں اور انہیں لوگوں کا پیشوا بنائیں اور زمین کا وارث قرار دیدیں) (قصص ۵)[2]

مسائل امامت کے اصول

آیۃ اللہ سید محمد حسین طباطبائی تفسیر المیزان میں فرماتے ہیں:

"سورہ بقرہ کی آیت ۱۲۴ اور دوسری مربوط آیتوں سے مندرجہ ذیل اصولوں کو بطور نتیجہ لیا جاسکتا ہے:

۱۔ امامت ایسا مقام ہے جو ضروری ہے کہ خدا کی جانب سے معین اور جعل ہو۔

۲۔ ضروری ہے کہ امام اللہ کی دی ہوئی عصمت سے معصوم ہو۔

۱۔ رجوع کریں: الکافی، ج ۱، ص ۱۸۰ و مابعد

۲۔ الحسین والتشریع الاسلامی، ج ۴، ص ۱۰

۳۔ جب تک زمین پر انسان کے نام سے مخلوق موجود ہو تو ممکن نہیں ہے کہ زمین امام کے وجود سے خالی ہو۔

۴۔ ضروری ہے کہ امام پروردگار کی جانب سے تائید شدہ ہو۔

۵۔ خدا کے بندوں کے اعمال ہرگز امام کی نظر سے پوشیدہ نہیں اور امام ان تمام کاموں سے جو لوگ انجام دیتے ہیں آگاہ ہے۔

۶۔ ضروری ہے کہ امام ہر چیز کا علم رکھتا ہو جسکی انسان کو احتیاج ہے چاہے دنیا اور معاش کے امور میں چاہے آخرت اور دین کے امور میں۔

۷۔ یہ محال ہے کہ امام کے موجود ہوتے ہوئے کوئی دوسرا ایسا پیدا ہو جائے جو نفسانی فضائل کے اعتبار سے امام سے بڑھ کر ہو۔" [۱]

۱۔ ترجمہ تفسیر المیزان، ج۱ص ۴۱۵

امام حسین علیہ السلام

امام حسین علیہ السلام بروز ۳ شعبان ۴ھ ہجری کو شہرِ مدینہ میں متولّد ہوئے۔ ان کے والد علی ابن ابی طالب علیہما السلام امیر المؤمنین، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی اور ان کی والدہ فاطمہ الزہرا علیہا السلام سیدۃ النّساء العالمین اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی تھیں۔ آپ علیہ السلام کی عُمر مبارک ۵۷ سال تھی جس میں ۷ سال رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محضرِ مبارک میں گزرے اور ۳۰ سال کی مدّت امیر المؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں اور دس سال اپنے بھائی امام حسنِ مجتبیٰ علیہ السلام کی امامت میں گزرے جبکہ امام حسین علیہ السلام کی اپنی امامت کی مدّت ۱۰ سال رہی جس میں آپ علیہ السلام نے امتِ اسلامی کی امامت کی سنگین مسئولیت کو اپنے عُہدہ پر لیا۔ ان تمام مدّتوں میں حالات و واقعات کے تقاضوں کے مطابق بہترین شیوہ اور سیرت کو اسلام کی حفاظت اور باطل کے ساتھ مبارزہ میں صَرف کیا۔ ان کی اس عُمر مبارک کی انتہا مکمل افتخار اور فضیلتوں اور فخر کے ساتھ شہادت پر تمام ہوئی جو یزید ملعون کی بیعت سے انکار اور امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کی انجام دہی کے لئے ۶۱ھ ہجری میں عاشورا کے دن واقع ہوئی۔

آپ علیہ السلام کا بدنِ شریف اور آپ کے اصحاب کے اجسادِ مبارک ان کی شہادت کے مقام یعنی کربلائے معلّیٰ میں دفن ہوئے جو قیامت تک خود دار انسانوں اور اہلِ بیت عصمت و طہارت علیہم السلام کے محبّین کے لئے مزار و زیارت گاہ رہے گی۔

امام حسین علیہ السلام کے فضائل کے بارے میں بہت زیادہ اخبار اور روایات آئی ہیں۔ ہم ان میں سے چند پر اکتفاء کرتے ہیں جن میں خدا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ملائکہ کے نزدیک امام حسین ابن علی علیہما السلام کی منزلت کی طرف اشارہ ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ حدیث لوح میں فرماتا ہے:

«جَعَلْتُ حُسَيْناً خَازِنَ وَحْيِي وَ أَكْرَمْتُهُ بِالشَّهَادَةِ وَ خَتَمْتُ لَهُ بِالسَّعَادَةِ فَهُوَ أَفْضَلُ مَنِ اسْتُشْهِدَ وَ أَرْفَعُ الشُّهَدَاءِ دَرَجَةً جَعَلْتُ كَلِمَتِيَ التَّامَّةَ مَعَهُ وَ الْحُجَّةَ الْبَالِغَةَ عِنْدَهُ بِعِتْرَتِهِ أُثِيبُ وَ أُعَاقِبُ»[1]

میں نے حسین علیہ السلام کو اپنی وحی کا خزانہ دار قرار دیا۔ انہیں شہادت کے مرتبہ سے عزّت بخشی اور ان کی زندگی کو سعادت کے ساتھ اختتام تک پہنچایا وہ تمام شہیدوں میں سب سے برتر ہیں اور بلند ترین مقام رکھتے ہیں۔ میں نے اپنا کلمۂ تامّ ان کے ساتھ قرار دیا اور ان کے پاس حجّتِ کاملہ رکھی اور ان کی عترت کو نیک جزا اور ثواب کے معیار کے طور پر پہچانا۔

پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَمَّا الْحُسَيْنُ فَإِنَّهُ مِنِّي وَ هُوَ ابْنِي وَ وَلَدِي وَ خَيْرُ الْخَلْقِ بَعْدَ أَخِيهِ وَ هُوَ إِمَامُ الْمُسْلِمِينَ وَ مَوْلَي الْمُؤْمِنِينَ وَ خَلِيفَةُ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَ غِيَاثُ الْمُسْتَغِيثِينَ وَ كَهْفُ الْمُسْتَجِيرِينَ وَ حُجَّةُ اللهِ عَلَي

۱۔ کمال الدین و تمام النعمۃ، ج۱، ص ۳۱۰

خَلْقِهِ أَجْمَعِينَ وَهُوَ سَيِّدُ شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَبَابُ نَجَاةِ الْأُمَّةِ أَمْرُهُ أَمْرِي وَطَاعَتُهُ طَاعَتِي مَنْ تَبِعَهُ فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَاهُ فَلَيْسَ مِنِّي [1]

حسین علیہ السلام مجھ سے ہیں وہ میرے فرزند ہیں اور اپنے بھائی کے بعد تمام لوگوں میں سب سے بہترین ہیں۔ وہ مسلمانوں کے پیشوا ، اہلِ ایمان کے سرورو سردار، اور تمام جہانوں کے پروردگار کے جانشین ، اور محتاجوں کے ملجاء وماٰویٰ و مددگار اور تمام عالمین پر حجّتِ خدا ہیں، وہ جنّت کے جوانوں کے سردار اور امّت کی نجات کے دروازے ہیں۔ ان کا فرمان میرا فرمان ہے، ان کی اطاعت میری اطاعت ہے ۔ جو شخص ان کی پیروی کرے وہ مجھ سے ہے اور جو شخص ان کی مخالفت کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسین علیہ السلام کی منزلت کے بارے میں فرمایا:

مَن اَحبّ اَن یّنظر الی اَحبّ اَهل الاَرض اِلی اَهل السّماء فلینظر الی الحُسینِ [2]

''جو شخص چاہتا ہو کہ اہلِ زمین میں سے اہلِ آسمان کے نزدیک سب سے بہترین شخص کی طرف نگاہ کرے تو امام حسین علیہ السلام کو دیکھ لے۔''

اور اسی طرح بہت سی دوسری روایتیں امام حسین علیہ السلام کی فضیلت کے بارے میں آئی ہیں جن میں آپ علیہ السلام کو سیّد شباب اهل الجنّہ، مصباح الهدیٰ، سفینہ النّجاۃ اور سیّد الشهداء کے لقب سے نوازا گیا ہے۔ [3]

۱۔ الامالی، ص ۱۱۵

۲۔ مناقب آل ابی طالب علیهم السلام، ج ۴، ص ۷۳

۳۔ رجوع کریں: مناقب آل ابی طالب علیهم السلام، ج ۳، از ص ۳۸۲ تا ۳۹۴.

شیعوں میں امام حسین علیہ السلام سے روایات کی کمی کی وجہ

آیت اللہ عباس صفائی حائری فرماتے ہیں:

آئمہ علیہم السلام کے چند اصحاب تھے جو علم و حدیث کے لئے ان کی خدمت میں پہنچتے تھے اور ان سے حدیث اخذ کرتے تھے اور پلٹ جاتے تھے اور آئمہ علیہم السلام کے علوم ان اصحاب کے ذریعے شیعوں کی دسترس میں پہنچتے تھے۔ یہ روش امام سجّاد علیہ السلام کے دور کے آخری حصّے میں شروع ہوئی اور امام باقر علیہ السلام اور امام صادق علیہ السلام کے زمانے میں اپنے عروج پر پہنچ گئی۔ پھر حضرت جواد علیہ السلام کے زمانے میں اس میں کمی واقع ہوئی۔ یہاں تک کہ شیعہ جتنے عصرِ غیبت سے نزدیک ہوتے جارہے تھے اتنا زیادہ حجاب اور موانع پیش آنے لگے۔ حتی آئمہ علیہم السلام تک دسترسی سخت تر اور کم تر ہوتی گئی اس لئے کہ حضرت ہادی علیہ السلام اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سامرا میں تقریباً تحتِ نظر اور شدید قید و بند میں تھے۔

امام حسین علیہ السلام کے زمانے میں اس سے بڑھ کر اس سے شدید تر دباؤ شیعوں پر موجود تھا بلکہ تمام زمانوں میں سب سے زیادہ دباؤ شیعوں پر اسی زمانے میں تھا۔ شیعہ امام حسین علیہ السلام کے زمانے میں حاکمِ شام اور ان کے کارندوں کے ظلم میں گرفتار تھے اور حاکمِ شام کے کارندے جہاں بھی شیعوں کو پاتے تھے ان کے سَر تن سے جُدا کردیتے تھے اور شیعہ شدید خوف کے ساتھ اور بے یار و مددگاری کے عالم میں اور سختی کی انتہا کے ساتھ اپنی زندگی گزارتے تھے اور یہی راز ہے جو منقول احادیث امام

حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام سے شیعوں کے درمیان نشر ہونے میں کمی کا باعث اور وجہ بنی۔[1]

اہلِ سنّت کا روایات کرنے میں امام حسین علیہ السلام سے منہ موڑنے اور بہت کم روایت کرنے کی وجہ

آیت اللہ عباس صفائی حائری اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان حالات کو ایجاد کرنے کے بعد معاویہ اور اس کے کارندوں نے دونوں امام یعنی امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کے مقابلے میں لوگوں کے لئے چند لوگوں کو تیار کیا تاکہ لوگ علومِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دینِ خدا کو ان نام نہاد علماء سے لیں، مثلاً عبداللہ بن زبیر جو کہ امیر المؤمنین علیہ السلام کے شدید ترین دشمنوں اور نواصب میں سے ہے اور عبداللہ بن عمرو بن عاص اور عبداللہ بن عمر بن خطاب، یہ تین افراد اہلِ جماعت وسنّت کے پیشوا تھے۔ اہلِ سنّت کی کُتب صحاح ان تین افراد اور ابوہریرہ اور انس بن مالک کی احادیث سے بھری ہوئی ہیں۔ اس مقام پر مناسب ہے کہ ابنِ کثیر دمشقی سے ایک حدیث کو نقل کریں جو اس آیت وَأَوۡفُواْ بِعَهۡدِ ٱللَّهِ إِذَا عَٰهَدتُّمۡ وَلَا تَنقُضُواْ ٱلۡأَيۡمَٰنَ بَعۡدَ تَوۡكِيدِهَا وَقَدۡ جَعَلۡتُمُ ٱللَّهَ عَلَيۡكُمۡ كَفِيلًاۚ إِنَّ ٱللَّهَ يَعۡلَمُ مَا تَفۡعَلُونَ (نحل ۹۱) کی تفسیر میں کہتا ہے کہ:

۱۔ تاریخ سید الشہداء علیہ السلام، ص ۴۲

«قال الامام احمد، حدثّنا اسماعیل، حدثّنا صخر بن جویریه، عن نافع قال: لما خلع الناس یزید بن معاویه جمع ابن عمر بنیه واهله ثم تشهد ثم قال: امّا بعد فانّا قد بایعنا هذا الرجل علي بیعة الله و رسوله وانّي سمعت رسول الله صلي الله علیه و آله وسلم یقول: ان الغادر یُنصب له لواء یوم القیامة فیقال هذه غدرة فلان وان من اعظم الغدر – الا ان یکون الاشراک بالله – ان یبایع رجل رجلاً علي بیعة الله ورسوله ثم ینکث بیعته فلا یخلعن احد منکم یداً ولا یسرفن احد منکم في هذا الامر فیکون فصل بیني و بینه»[1]

اس نقل سے یہ پتا چلتا ہے کہ عبداللہ بن عمر، اپنے فرزندوں اور رشتہ داروں کو اس وقت جب لوگ یزید کو خلافت سے خلع کر رہے تھے جمع کرتا ہے اور کہتا ہے ہر گز ایسا نہ کرنا کہ تم لوگ بھی اس کام میں لوگوں کے ساتھ مل جاؤ دیکھو جو بھی ایسا کرے گا میں اس سے جُدا ہو جاؤں گا اور اپنا رابطہ اس سے توڑ دوں گا۔ اس لئے کہ ہم نے یزید کی بیعت کر لی ہے اور وعدہ کی وفا لازم ہے اور بدترین دھوکہ یہ ہے کہ کوئی اس کی بیعت کو توڑے۔ ابن عمر کو جواب میں کہنا چاہیے کہ لوگوں نے کس وجہ سے یزید کو خلع کیا؟ اس لئے کہ اس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا اور ان کے خاندان کو اسیر کیا اور تمام مقدّسات کی توہین کرتا تھا اور حرام کو حلال کرتا تھا اسی وجہ سے لوگ اسے کافر کے طور پر پہچانتے تھے اور کافر سے بیعت کا کوئی احترام نہیں

۱۔ تفسیر القرآن العظیم، ج ۴، ص ۲۲۲-۲۲۱، ذیل آیت ۹۱، از سورہ نحل

ہے بلکہ لوگ اس ملعون سے جہاد کو مشرکین سے جہاد سے زیادہ لازم تر سمجھتے تھے۔ایسے حالات میں عبداللہ بن عمرو کہتا ہے کہ اس بیعت سے وفا کرنا خدا اور رسول سے بیعت کی طرح واجب ہے۔اور اس بیعت کو توڑنا یا دھوکہ دینا تمام حرام کاموں سے زیادہ حرام ہے اور جو بھی یزید کو خلافت سے ہٹانے کیلئے شرکت کرے میں اس سے رابطہ توڑ دوں گا۔

ایسا شخص، مسلمانوں کا مفتی اور پیشوا بن گیا جس نے یزید کی بیعت کی اور اس کی بیعت کو توڑنے کو تمام حرام کاموں سے زیادہ حرام سمجھا لیکن یہی ابن عمر تھا جس نے عثمان کے قتل ہونے کے بعد امیر المؤمنین علیہ السلام کی بیعت نہ کی اور عبد اللہ ابن زبیر اور عبداللہ ابن عمرو ابن عاص اور مروان کے ساتھ مل کر امیر المؤمنین علیہ السلام کے دشمنوں کی صف میں کھڑا ہو گیا۔اس جماعت نے امیر المؤمنین علیہ السلام اور انکے اصحاب کے سامنے تلوار نکالی بلکہ شاید اسی وجہ سے اہل سنت کے پیشوا بن گئے۔انہوں نے علی علیہ السلام کے گھر کے دروازے کو جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر علم کا دروازہ ہے بند کر دیا اور ان کے دشمنوں کے گھروں کے دروازوں کو کھول دیا اور انکے دو فرزند سے ہاتھ کھینچ کر ان کی مدد نہ کی اور ان دو اماموں سے علم و حدیث کو کسب نہ کیا۔پس لوگوں نے ان دو اماموں علیہما السلام کی زندگی میں ان سے رجوع نہ کیا اور انکے دشمنوں کے ساتھ ہو گئے۔یہی وجہ ہے کہ اہل سنت آج تک اہل بیت پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور ہو گئے اور انکے دشمنوں سے اپنے دین کو حاصل کرنے لگے۔

یہ تھا امت کا طریقہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ثقل اور ان کی پاک وطاہر عترت کے ساتھ۔اور اتنی تاکید اور اہمیت دینے کے باوجود جو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو اماموں علیہما السلام کے

حق میں کی تھی لوگوں نے عترت کو قرآن سے جُدا کر لیا جیسا کہ خود پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی زندگی میں ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی اور قلم اور دوات جو پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مانگی تھی لانے نہیں دی اور کہنے لگے: حسبنا کتاب اللہ (ہمارے لئے قرآن کافی ہے)۔

ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ اُمّت نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیّت کے بر خلاف رفتار کی اور علوم کو آئمہ علیہم السلام سے نہ لیا اور نہ صرف یہ کہ ان آئمہ علیہم السلام سے تقدم کیا بلکہ ان کے دشمنوں کو اپنا پیشوا اور امام بنا کر ان کے حکم کی تعمیل کی اور اپنی کتب صحاح اور احادیث کو اہل بیت علیہم السلام کے دشمنوں کی احادیث سے بھر دیا۔ اس طرح دشمنوں کی رضایت حاصل کرنے کیلئے امام حسین علیہ السلام کو اس طرح بھی شہید کیا۔

شیعیان، دشمنوں کے شر سے بچتے ہوئے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رفت وآمد نہیں رکھ سکتے تھے کہ دین خدا کو ان سے حاصل کر پاتے۔

یہی وہ راز ہے کہ اس مظلوم علیہ السلام سے منقول احادیث کی تعداد انتہائی کم ہے[1]۔ یہاں تک کہ روایات میں یہ جملہ ملتا ہے کہ لوگوں نے امام حسین علیہ السلام سے صرف اور صرف طواف اور نماز کا طریقہ سیکھا۔[2]

۱۔ تاریخ سید الشہداء، ص ۴۲، ۴۳

۲۔ ما رأیت الناس أخذوا عن الحسن والحسین (علیهما السلام) الا الصلاة بعد العصر و بعد الغداة في طواف الفریضة

اسحاق بن عمار کی ابوالحسن علیہ السلام سے روایت ہے کہ لوگوں کو حسن و حسین علیہما السلام سے کچھ سیکھتے نہیں دیکھا سوائے یہ کہ لوگوں نے حسن و حسین علیہما السلام سے صرف نماز و طواف واجب بعد از نماز عصر، و بعد از نماز صبح سیکھا ہوا تھا۔ (التہذیب ج ۵ ص ۱۴۲)

فقہ

فقہ کے لغوی معنی

فقہ کے لغوی معنی ”عمیق اور دقیق فہم[1]“ کے ہیں۔

فقہ کے اصطلاحی معنی

فقہ کے اصطلاح میں معنی یہ ہیں کہ:

«اَلعِلْمُ بِالاَحْکَامِ الشَّرْعِیَّۃِ الفَرْعِیَّۃِ عَنْ اَدِلَّتِہَا التَّفْصِیْلِیَّۃِ»

یعنی شریعت کے فروعی احکام کا علم جو تفصیلی دلیلوں کے ساتھ ہو۔

بہ تعبیر دیگر فقہ یعنی ”شریعتِ الٰہی کے فروعی احکام کی شناخت جو تفصیلی دلائل سے حاصل ہو“۔ مثلاً وجوب، حرمت، استحباب، کراہت واباحہ کی شناخت یا صحیح، باطل، حلال، حرام، نجاست وطہارت وغیرہ۔ بطور مثال کیا یہ خرید وفروش کا معاملہ صحیح ہے یا باطل؟ یہ عبادت کامل ہے یا ناقص؟ فلاں رشتہ دار میراث کا حقدار ہے یا نہیں؟ یہ نکاح شرعی طور پر صحیح ہے یا باطل؟ وغیرہ۔ بہ عبارت دیگر ”فقہ“ اسلام کے عملی قوانین کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔

مزید وضاحت کے لئے ایک مطلب کتاب ”فرہنگِ فقہ“ سے نقل کیا جاتا ہے:

”احکامِ شرعی، قوانین و قواعد کا مجموعہ ہے جسے شارع اور قانون گزار مقدسِ اسلام نے لوگوں کے امور کی اصلاح اور جامعہ کیلئے تشریع کیا ہے۔ احکامِ شرعی مختلف اعتبارات سے مختلف تقسیمات رکھتے ہیں جن میں سے مہم ترین تقسیم، احکام کا تکلیفی

۱۔ لسان العرب، ج ۱۳، ص: ۵۲۲.

اور وضعی کی طرف تقسیم ہوتا ہے۔ حکمِ تکلیفی وہی "ضروری ہے" یا "ضروری نہیں ہے" والے احکام ہیں جو مستقیماً مکلّف کے فعل کے ساتھ رابطہ رکھتے ہیں اور اس کا موضوع مکلّف کے ذریعے کسی فعل کا انجام دینا یا ترک کرنا ہے۔ حکمِ تکلیفی پانچ انواع یعنی وجوب، حرمت، استحباب، کراہت اور اباحہ کی طرف تقسیم ہوتا ہے۔

حکمِ وضعی وہ حکم ہے جو کسی چیز کی صفت یا کسی ترک کی صفت کو بیان کرتا ہے اور ہمیشہ مستقیماً مکلّف کے فعل سے مرتبط نہیں ہے اور بیشتر احکامِ تکلیفی کا موضوع قرار پاتا ہے۔ حکمِ وضعی کا موضوع ممکن ہے اشیاء اور اعیانِ خارجی ہو جیسے نجاست، طہارت یا افعالِ مکلّفین اسی طرح بیع کی صحت اور نماز میں رکوع کی جزئیت اور رکنیت۔ سوائے پانچ احکام تکلیفی کے تمام احکام شرعی مثلاً نجاست، طہارت، صحت، بطلان، ملکیت، شرطیت اور مانعیت احکامِ وضعی ہیں۔

اسی وجہ سے مکلّف کا فعل (انجام و ترک سے عام) اور ہر وہ چیز جو غیر مستقیم مکلّف کے فعل سے رکھتا ہو علمِ فقہ کا موضوع ہے۔

فقہ کی تعریف میں ادلّہ تفصیلی سے مراد شیعہ مکتب فقہی میں منابع فقہ یعنی کتاب، سُنّت، اجماع اور عقل ہے۔ کتاب سے مراد نصوص و ظواہرِ قرآن کریم اور سُنّت سے منظور قول، فعل اور تقریرِ معصومین علیہم السلام ہے۔ اجماع سے مراد ایک موضوع کے حکم میں فقہاء کی وحدت اور اتفاقِ نظر ہے اور اس کا اعتبار اس وقت ہے جب سنّتِ معصومین علیہم السلام کو کشف کررہا ہو۔ اور عقل سے مراد حکمِ شرعی کے ثبوت پر عقل کا ادراک اور حکمِ قطعی ہے کہ جو ابتداءً حکمِ شرعی کو کشف کرے گا۔ یا عقل و شرع کے حکم کے درمیان ملازمہ کے قاعدہ سے استفادہ کرتے ہوئے یعنی کُلَّمَا حَکَمَ بِهِ

اَلعَقلُ حَکَمَ بِهِ الشَّرعُ (ہر وہ چیز جس کا حکم عقل لگاتی ہے شرع بھی اس کا حکم لگاتی ہے) سے حکمِ شرعی ہاتھ آئے گا۔

ان منابع کے اعتبار اور احکامِ شرعی کے استنباط کیلئے ان کی حجّیت کے اثبات کا مقام علمِ اصولِ فقہ ہے جو فقیہ کو احکامِ شرعی کے حصول کیلئے مدد کرتا ہے۔[1]

۱۔ فرہنگ فقہ فارسی، ص ۴۲ ـ ۴۳

دوسری فصل: تشیع میں فقہ کا مقام

مقدمہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا تاکہ انسانوں کو جہالت کی تاریکی سے نکال کر علم کی روشنی کی طرف اور بُت پرستی سے نکال کر یکتا پرستی کی طرف ہدایت کریں اور الٰہی معارف کے قیمتی خزانہ کی طرف اپنے مشتاق اصحاب کیلئے راہ کھول دیں اور بندگی کا روشن راستہ اور طریقہ انہیں دکھلائیں۔ اسی طرح پیامبر ﷺ کے اہل بیت علیہم السلام کو ہر آلودگی سے دور اور پاکیزہ رکھا اور انہیں "اہل الذکر" کے لقب سے نوازا [1] تاکہ دین کو حاصل کرنے والے، علم و معرفت کے گھونٹوں کو اہل بیت علیہم السلام کے علمی چشمے سے نوش کر سکیں اور شریعت کے خالص پانی سے سیراب ہو سکیں۔

آسمانی ادیان کا ہدف، انسانوں کو اللہ تعالیٰ سے جتنا زیادہ ہو سکے نزدیک کرنا ہے۔ انبیاء الٰہی علیہم السلام اس مقصد کے حصول کیلئے انسانوں کو توحید اور یکتا پرستی کی طرف، شریعت کی بنیادوں پر عمل کرنے اور نیک اور شائستہ اخلاق کی طرف دعوت دیتے رہے۔ اسلام میں بھی جو کہ آخری اور کامل ترین آسمانی دین ہے، اللہ کے قرب تک پہنچنے کے لئے واحد راستہ اصولوں پر ایمان، احکام پر عمل اور فضائلِ اخلاقی سے آراستہ ہونا ہے۔ اسی وجہ سے علماءِ دین، اسلام کی تعلیمات کو تین حصّوں میں یعنی **اعتقادات، اخلاقیات اور احکام** میں تقسیم کرتے ہیں۔**اعتقادات** دراصل احکام اور

۱۔ سورہ نحل آیت ۴۳

اخلاقیات کی بنیاد ہیں۔اس لئے کہ ایمان جب تک انسانوں کی روح و جان میں رَچ بَس نہ جائے تب تک انسان اپنی ذمہ داریوں کو ادا نہیں کرتا اور اخلاقی فضیلتوں کی طرف گامزن نہیں ہوتا۔ **احکام اور اخلاق** انسان اور معاشرہ کی سعادت کے دوپَر ہیں۔ وہ انسان اور معاشرہ جو خدا کے کئے ہوئے حلال اور حرام کو محترم سمجھتے ہیں، شریعت کے ضروری اور غیر ضروری کاموں پر ذمہ داری نبھاتے ہیں، معاشرہ کی روح اور ماحول کو آلودگی سے دور کرتے ہیں اور اخلاقی فضیلت اور قدر و قیمت کو کمال اور معنوی سعادت کے راستے کی طرف گامزن کرتے ہیں۔

تشیع میں علمِ فقہ کی اہمیت

علّامہ حلّی رضوان اللہ علیہ اپنی کتاب تحریر الاحکام کے مقدمے میں علم فقہ کی فضیلت اور منزلت کے بارے میں کہتے ہیں:

"اللہ تبارک و تعالیٰ کی شناخت کے بعد سب سے بافضیلت ترین علم، علمِ فقہ ہے اس لئے کہ معاشرہ کے تمام امور کو حل کرنے والا علم ہے۔[۱]"

اس بات کی وضاحت کیلئے – جس میں بہت سے حقائق پوشیدہ ہیں – کہا جاتا ہے:

انسان ایک اجتماعی موجود ہے اور اپنے جیسے افراد کے ساتھ زندگی کے بغیر نہ اس بات پر قادر ہے کہ اپنی احتیاجات کو پورا کرے اور نہ ہی اپنی صلاحیتوں کو پروان چڑھا سکتا ہے۔ اجتماعی زندگی بھی قوانین کے وجود کے بغیر انسان کی فعالیت کے تمام حصوں میں ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح انسان ایک مختار موجود اور مسئول ہے اور اپنے پروردگار کے سامنے چند واجبات اور محرّمات کا ذمہ دار ہے جنکے بغیر سعادت اور حقیقی کمال تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہاں تک کہ انسان کی عقل تمام مصلحتوں اور مفاسد پر احاطہ نہیں رکھتی ہے اور تنہا عقل اس بات پر قادر نہیں ہے کہ اپنی بنیادی ضروریات کو پہچان سکے اور نہ ہی اس بات پر قادر ہے کہ اپنے قوانین کو بنائے جو ایک طرف سے دنیاوی سعادت کی ضمانت دے اور دوسری طرف سے اُخروی سعادت کیلئے ماحول کو سازگار کرے اور نہ ہی ان ذمہ داریوں کو شناخت کر سکتی ہے جو انسان کے حقیقی کمال کی طرف پہنچنے کا باعث بنے۔ اسی لئے وحی اور شریعت، عقل کی مدد کرنے آتے

۱۔ تحریر الاحکام الشرعیۃ علی مذہب الامامیۃ، ج۱، ص۴۰.

ہیں اور معاشرہ کے امور کو حل کرنے کیلئے اور انسان کی قیامت کے دن سعادت کیلئے، ذمہ داری کو قبول کرتے ہیں۔

اسلام، ایک کامل ترین شریعتِ الٰہی ہے اسی جہت سے انسان کی زندگی کے تمام حصے، رشتے دار، معاشرہ، ثقافت، حکومت ، سیاست اور اقتصاد کو احاطہ کرتا ہے اور انسانی زندگی کی تمام ضرورتوں کا حل بتاتا ہے۔

شیعہ فقہ دوسری فقہوں کے مقابلے میں یعنی اسلام کے دوسرے فرقوں اور مذاہب کے مقابلے میں ایک جامعیت ، نشو نما، اور تاثیر گزار وجود کی حامل ہے اس لئے کہ یہ فقہ وحی کے میٹھے اور خالص چشمے اور پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور معصوم اماموں علیہم السلام کے علم کے دریا سے نشو نما پاتی ہے۔ اور اپنی کامیاب تاریخ میں محنتی فقہاء اور دقیق علماء شیعہ کے ہاتھوں سے رشد حاصل کرچکی ہے، شیعہ فقہ زندہ اجتہاد کے سائے میں اب تک اسی طرح تکامل کی راہ کی طرف پیشرفت کررہی ہے۔[1]

۱۔ فرہنگ فقہ فارسی، ج ۱، ص ۴۴

تیسری فصل: امام حسین علیہ السلام کے فقہی اقوال کے نمونے

مقدمہ

امام حسین علیہ السلام کی زندگی کا زمانہ مہم ترین اور تعجب آور ترین زمانہ تھا جو اسلام کے نشیب و فراز سے بھرپور تھا۔ آپ علیہ السلام نے پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تلاطم سے بھرپور دور میں ان تمام فتنوں کے باوجود کہ جنہیں اسلامی معاشرے نے تاریک اور اندھیری راتوں کی طرح پارے پارے کردیا تھا ایک چشمگیر حضور رکھا تھا اور اس کے بعد امیر المومنین علیہ السلام اور امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے مختصر ظاہری خلافت کے دور میں اپنے والد اور بھائی کے ساتھ ساتھ رہے اور اپنی امامت کے دور میں اسلام کے سب سے بڑے معرکہ کو کربلا کے میدان میں ظاہر کیا اور آپ کے اقوال ان تلخ و شیرین حوادث و واقعات کے بہترین آئینہ کو منعکس کرتے ہیں۔

تحریف کا ہاتھ اگرچہ آئمہ علیہم السلام کی احادیث کی طرف بھی پہنچ گیا یہاں تک کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی اپنی زندگی میں ان جھوٹوں کا تذکرہ کرتے نظر آتے ہیں:

«وَ [قَدْ] لَقَدْ كُذِبَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَلَى عَهْدِهِ حَتَّى قَامَ خَطِيباً فَقَالَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ» (بے شک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جھوٹی باتیں منسوب کی گئیں یہاں تک کہ انہوں نے کھڑے ہو کر خطبہ دے کر فرمایا: جو بھی مجھ سے جھوٹی بات جان بوجھ کر منسوب کرے تو وہ اپنے بیٹھنے کے مقام کو آگ سے بھردے۔) [1]

لیکن یہ مصیبت حضرت اباعبداللہ الحسین علیہ السلام کی زندگی کے کلمات کے بارے میں بہت زیادہ اور بالاتر تھی کیونکہ اُموی مجرموں نے صرف امام علیہ السلام کے قتل اور انکے

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۲۱۰

اہل بیت علیہم السلام کو اسیر کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ کوشش کی کہ آپ علیہ السلام کے تمام آثار کو مِٹا دیں۔ اس طرح کہ بعض حدیث کی کتابوں میں سینکڑوں احادیث ان افراد سے روایت کی گئی ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چند مہینوں سے زیادہ نہیں تھے اور دسیوں فتاویٰ ان افراد سے نقل کئے گئے ہیں جو کسی بھی عنوان سے امام حسین علیہ السلام کی زندگی میں (حتیٰ خود دشمنوں کی نظروں میں بھی) انکے ہم مرتبہ یا برابر نہیں تھے لیکن بہت سی روایتوں کی کتابوں کے ہوتے ہوئے امام حسین علیہ السلام سے کوئی روایت کے تذکرہ کی کوئی خبر ہی نہیں ہے۔ اس بنا پر امام حسین علیہ السلام کے کلمات کو جمع کرنا اس اموی سیاست کے ساتھ مقابلہ میں ایک کوشش اور امام علیہ السلام کی آراء اور ان کے افکار کی تبیین کی راہ میں ایک کاوش ہے۔

ہم اس فصل میں اسی لئے بغیر احادیث کی تبیین اور تشریح کے صرف اصل متن اور آپ علیہ السلام کی احادیث کے ترجمے پر اکتفا کریں گے وہ احادیث جو فقہ اہل بیت علیہم السلام سے مربوط ہوں گی۔

طہارت

آداب غسل

امام باقر علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام مناسب لباس کے ساتھ دریائے فرات میں وارد ہوئے تو فرمایا:

دریا میں غسل کے وقت مناسب کپڑا پہن لیا کرو کیونکہ

اِنَّ لِلْمَاءِ سَاکِنا[۱]

پانی میں بھی (خدا کی) مخلوقات رہتی ہیں۔

بیت الخلاء کے آداب

امام حسین علیہ السلام سے پوچھا گیا: بیت الخلاء کے کیا آداب ہیں؟

تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

لَا تَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَ لَا تَسْتَدْبِرهَا وَلَا تَسْتَقْبِلِ الرِّيحَ وَ لَا تَسْتَدْبِرهَا[۲]

اس دوران قبلہ کی طرف منہ کر کے اور قبلہ کی طرف پشت کر کے نہ بیٹھو اور اس طرف نہ بیٹھو جس طرف سے ہوا آ رہی ہو اور نہ ایسے بیٹھو کہ ہوا کی طرف پشت ہو۔

۱۔ کنز العمال، ج ۹، ص ۵۴۷، حدیث ۲۷۳۵۵

۲۔ المعتبر، ج ۱، ص ۱۳۷

وضو

امام حسین علیہ السلام سے روایت ہے کہ فرمایا:

كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِذَا تَوَضَّأَ فَضَلَ مَوْضِعَ سُجُودِهِ بِمَاءٍ حَتَّى يَسِيلُهُ عَلَى مَوْضِعِ سُجُودِهِ [1]

پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی وضو فرماتے تھے تو وضو کا پانی پیشانی پر باقی رکھتے تھے تاکہ (نماز کے دوران) سجدہ کے مقام پر پانی لگے۔

۱۔ کنز العمال، ج ۷، ص ۳۸، حدیث ۱۷۸۳۵

نماز

نماز کا قنوت

امام حسین علیہ السلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ ہر نماز میں قنوت مستحب ہے اور فرمایا:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقْنُتُ فِي صَلَاتِهِ كُلِّهَا وَأَنَا يَوْمَئِذٍ ابْنُ سِتِّ سِنِينَ[1]

میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ وہ اپنی ہر نماز میں قنوت پڑھتے تھے جبکہ میں ان دنوں چھ سال کا تھا۔

نماز پڑھنے والوں کے سامنے سے گزرنا

امام سجاد علیہ السلام سے روایت ہے کہ فرمایا:

امام حسین علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص ان کے سامنے سے گزرا تو آپ علیہ السلام کے اصحاب میں سے ایک نے اس گزرنے والے شخص کو روکا، جب آپ علیہ السلام نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے صحابی سے پوچھا:

تم نے اس شخص کو گزرنے سے کیوں روکا؟

تو آپ علیہ السلام کے صحابی نے عرض کیا:

اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے اور محراب کے درمیان رکاوٹ پیدا کر رہا تھا۔

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا:

۱۔ مستدرک الوسائل، ج ۴، ص ۳۹۶

وَيْحَكَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَقْرَبُ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَخْطُرَ فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَهُ أَحَدٌ [۱]

وای ہو تجھ پر اللہ تعالی مجھ سے اس سے زیادہ نزدیک ہے کہ کوئی میرے اور اسکے درمیان رکاوٹ بن کر حائل ہو سکے۔

تقیہ والی نماز

امام موسی کاظم علیہ السلام نقل فرماتے ہیں: امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام تقیہ کرتے ہوئے مروان بن حکم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک بزرگوار سے عرض کیا گیا کہ کیا آپ کے والد جب اپنے گھر پلٹ جاتے تھے تو تقیہ میں پڑھی گئی نماز کو دوبارہ پڑھتے تھے؟ فرمایا:

لَا وَاللَّهِ مَا كَانَ يَزِيدُ عَلَى صَلَاة [۲]

نہیں خدا کی قسم وہ اسی ایک نماز پر اکتفاء کرتے تھے۔

۱۔ وسائل الشیعۃ، ج ۵، ص ۱۳۳

۲۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۱۲۳

روزہ

فوائد روزہ

امام حسین علیہ السلام سے سوال ہوا: اللہ نے اپنے بندوں پر روزے کیوں واجب کئے ہیں؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

لِيَجِدَ الْغَنِيُّ مَسَّ الْجُوعِ فَيَعُودَ بِالْفَضْلِ عَلَى الْمَسَاكِينِ [۱]

اس لیے تاکہ امیر لوگ بھوک و پیاس کے درد کو چکھ سکیں پھر اپنے مال میں جو ضرورت سے اضافہ ہے اسے مسکینوں پر خرچ کریں۔

روزہ دار کا تحفہ

شیخ صدوق نے نقل کیا ہے:

وَكَانَ أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا صَامَ يَتَطَيَّبُ بِالطِّيبِ وَيَقُولُ الطِّيبُ تُحْفَةُ الصَّائِمِ. [۲]

جب بھی امام حسین علیہ السلام روزہ رکھتے تھے عطر سے خود کو معطّر کرتے تھے اور فرماتے تھے: روزہ دار کا تحفہ عطر ہے۔

۱۔ المناقب لابن شہر آشوب ج ۴ ص ۶۸

۲۔ الخصال، ج ۱، ص ۶۲

کھجور سے افطار

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَانَ يَبْتَدِئُ طَعَامَهُ إِذَا كَانَ صَائِماً بِالتَّمْرِ [۱]

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی روزہ رکھتے تھے تو اپنا افطار کھجور سے شروع کرتے تھے۔

عرفہ کے دن کا روزہ

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ فرمایا:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف مولا علی علیہ السلام کو اپنا وصی بنایا اور امام علی علیہ السلام نے امام حسن علیہ السلام کو اور انکے بعد امام حسین علیہ السلام کو ایک ساتھ اپنا وصی بنایا۔ (جس زمانے میں) امام حسن علیہ السلام، امام حسین علیہ السلام کے لیے امام تھے (اس وقت) عرفہ کے دن ایک شخص امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ امام حسن علیہ السلام غذا تناول فرمارہے تھے اور امام حسین علیہ السلام روزہ رکھے ہوئے تھے، امام حسن علیہ السلام کی رحلت کے بعد اسی عرفہ کے دن وہی مرد امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ امام حسین علیہ السلام غذا تناول فرمارہے تھے اور امام سجاد علیہ السلام روزے سے تھے۔ اس شخص نے سوال پوچھا: میں (عرفہ کے ایک دن میں) امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ غذا تناول فرمارہے تھے اور آپ روزے سے تھے آج آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تو آپ غذا تناول فرمارہے ہیں اور امام سجاد علیہ السلام روزے سے ہیں؟

۱۔ مستدرک الوسائل ج ۱۶، ص ۳۸۰

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

إِنَّ الْحَسَنَ علیه السلام كَانَ إِمَاماً فَأَفْطَرَ لِئَلَّا يُتَّخَذَ صَوْمُهُ سُنَّةً وَلِيَتَأَسَّى بِهِ النَّاسُ فَلَمَّا أَنْ قُبِضَ كُنْتُ أَنَا الْإِمَامَ فَأَرَدْتُ أَنْ لَا يُتَّخَذَ صَوْمِي سُنَّةً فَيَتَأَسَّى النَّاسُ بِي [1]

جس وقت امام حسن علیہ السلام امام تھے انہوں نے اس لیے روزہ نہ رکھا تھا کہ ان کا روزہ سنتِ واجب نہ بن جائے جسکی لوگ پیروی واجب سمجھیں اور ان کی رحلت کے بعد میں امام ہوا تو میں چاہتا ہوں کہ میرا روزہ بھی ایسی واجب سنت جس کی لوگ پیروی کریں نہ بن جائے اس لیے میں نے روزہ نہیں رکھا۔

عیدالفطر کے دن زکات فطرہ

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

زَكَاةُ الْفِطْرِ عَلَى كُلِّ حَاضِرٍ وَبادي [بَادٍ] [2]

زکات فطرہ ہر شخص پر واجب ہے جو چاہے شہر میں رہتا ہو یا بیابان میں۔

۱۔ من لایحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۸۸

۲۔ بحار الانوار، ج ۹۳، ص ۱۱۰

صدقہ

پاکیزہ صدقہ

امام حسین علیہ السلام سے کسی نے کہا: آج بنی امیہ کے ایک شخص عبد اللہ ابن عامر نے اس طرح اور اس طرح صدقے دیئے اور اس طرح اور اس طرح غلام آزاد کیے تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

إِنَّمَا مَثَلُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرٍ كَمَثَلِ الَّذِي يَسْرِقُ الْحَاجَّ ثُمَّ يَتَصَدَّقُ بِمَا سَرَقَ وَإِنَّمَا الصَّدَقَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةُ الَّذِي عَرِقَ فِيهَا جَبِينُهُ وَاغْبَرَّ فِيهَا وَجْهُهُ قِيلَ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ عليه السلام مَنْ عَنَى بِذَلِكَ قَالَ عَنَى بِهِ عَلِيّاً عليه السلام.[۱]

عبد اللہ ابن عامر کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے حاجیوں کے قافلے پر ڈاکا ڈالا پھر جو کچھ لوٹا تھا اس میں سے صدقہ دے دیا۔ حقیقت میں پاکیزہ صدقہ اس شخص کا صدقہ ہے جس نے اس چیز کو جسے وہ صدقہ دے رہا ہے حاصل کرنے میں اتنی محنت کی ہو کہ اسکی پیشانی پر پسینہ اور اسکے چہرے پر غبار لگ گیا ہو۔

امام صادق علیہ السلام سے عرض کیا گیا: امام حسین علیہ السلام کی اس مثال سے کون مراد تھا؟ تو فرمایا: امام علیہ السلام کی مراد امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام تھے۔

۱۔ دعائم الاسلام، ج ۲، ص ۳۲۹

حج

محرمات احرام

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

أَنَّ الْمُحْرِمَ مَمْنُوعٌ مِنَ الصَّيْدِ وَ الْجِمَاعِ وَ الطِّيبِ وَ لُبْسِ الثِّيَابِ الْمَخِيطَةِ وَ أَخْذِ الشَّعْرِ وَ تَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ، وَ أَنَّهُ إِنْ جَامَعَ مُتَعَمِّداً بَعْدَ أَنْ أَحْرَمَ وَ قَبْلَ أَنْ يَقِفَ بِعَرَفَةَ فَقَدْ أَفْسَدَ حَجَّهُ وَ عَلَيْهِ الْهَدْيُ وَ الْحَجُّ مِنْ قَابِلٍ وَ إِنْ كَانَتِ الْمَرْأَةُ مُحْرِمَةً فَطَاوَعَتْهُ فَعَلَيْهَا مِثْلُ ذَلِكَ وَ إِنِ اسْتَكْرَهَهَا أَوْ أَتَاهَا نَائِمَةً أَوْ لَمْ تَكُنْ مُحْرِمَةً فَلَا شَيْءَ عَلَيْهَا.[1]

(یہ چند امور) محرم پر حرام ہیں: ۱۔ شکار ۲۔ جماع ۳۔ خوشبو کا استعمال ۴۔ سلا ہوا لباس پہننا ۵۔ بالوں اور ناخنوں کا کاٹنا ۶۔ اگر احرام پہننے کے بعد اور عرفہ میں وقوف سے پہلے عمداً جماع کرے تو اپنے حج کو بھی باطل کر دے گا اور ضروری ہے کہ کفارہ دے اور اپنے حج کو بھی اگلے سال دوبارہ انجام دے۔ اور اگر عورت نے بھی احرام کی حالت میں اس عمل میں مرد کی پیروی کی ہو تو اس کا حکم بھی مرد کی طرح ہی ہے لیکن اگر مرد نے اسے اس عمل پر مجبور کیا ہو یا سوتے ہوئے جب عورت خواب غفلت میں ہو یہ عمل کیا ہو یا عورت احرام کی حالت میں ہی نہ ہو تو عورت پر کچھ واجب نہیں ہے۔

۱۔ دعائم الاسلام ج۱، ص ۳۰۳

جہاد

اقسام جہاد

سُئِلَ عَنِ الْجِهَادِ سُنَّةٌ أَوْ فَرِيضَةٌ فَقَالَ عليه السلام : الْجِهَادُ عَلَى أَرْبَعَةِ أَوْجُهٍ فَجِهَادَانِ فَرْضٌ وَ جِهَادٌ سُنَّةٌ لَا يُقَامُ إِلَّا مَعَ فَرْضٍ وَ جِهَادٌ سُنَّةٌ فَأَمَّا أَحَدُ الْفَرْضَيْنِ فَجِهَادُ الرَّجُلِ نَفْسَهُ عَنْ مَعَاصِي اللهِ وَ هُوَ مِنْ أَعْظَمِ الْجِهَادِ وَ مُجَاهَدَةُ الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ فَرْضٌ وَ أَمَّا الْجِهَادُ الَّذِي هُوَ سُنَّةٌ لَا يُقَامُ إِلَّا مَعَ فَرْضٍ فَإِنَّ مُجَاهَدَةَ الْعَدُوِّ فَرْضٌ عَلَى جَمِيعِ الْأُمَّةِ لَوْ تَرَكُوا الْجِهَادَ لَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ وَ هَذَا هُوَ مِنْ عَذَابِ الْأُمَّةِ وَ هُوَ سُنَّةٌ عَلَى الْإِمَامِ وَ حَدُّهُ أَنْ يَأْتِيَ الْعَدُوَّ مَعَ الْأُمَّةِ فَيُجَاهِدَهُمْ وَ أَمَّا الْجِهَادُ الَّذِي هُوَ سُنَّةٌ فَكُلُّ سُنَّةٍ أَقَامَهَا الرَّجُلُ وَ جَاهَدَ فِي إِقَامَتِهَا وَ بُلُوغِهَا وَ إِحْيَائِهَا فَالْعَمَلُ وَ السَّعْيُ فِيهَا مِنْ أَفْضَلِ الْأَعْمَالِ لِأَنَّهَا إِحْيَاءُ سُنَّةٍ وَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَ أَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئاً. ۱

امام حسین علیہ السلام سے سوال کیا گیا: کیا جہاد مستحب ہے یا واجب؟ فرمایا: جہاد کی چار قسمیں ہیں: دو قسمیں واجب ہیں اور دو قسمیں مستحب جبکہ تیسرا مستحب ایسا ہے جو واجب کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ دو واجب جہاد میں سے پہلا انسان کا اپنے نفس امارہ سے جہاد ہے (جہاد اکبر)، تاکہ انسان کو خدا کی معصیت سے روکے رکھے اور یہ سب سے بڑا جہاد ہے۔ دوسرا واجب جہاد ان کفار کے ساتھ جہاد ہے جو مسلمانوں کو اذیت

۱۔ تحف العقول، ص ۲۴۳

دیتے ہیں، یہ دوسرا جہاد واجب جہاد ہے۔ اور وہ مستحب جہاد جو واجب کے بغیر نہیں ہو سکتا وہ دشمنوں کے ساتھ جہاد ہے جو پوری امت پر واجب ہے اگر سب کے سب اسے چھوڑ دیں تو ان پر عذاب آئے گا اور یہ عمومی عذاب اچھے اور برے سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا اس بنا پر یہ ترک نہیں ہونا چاہیے ورنہ یہ جہاد ایسے امام معصوم جس کے ساتھ امت نہ ہو، کیلئے مستحب ہے فرض نہیں ہے اور اس جہاد کی حد یہ ہے کہ امت کے ساتھ امام مل کر ان دشمنوں سے جہاد کرے۔ اور وہ جہاد جو سب کیلئے مستحب ہے وہ یہ کہ کوئی شخص اچھی اور عدالت کے ساتھ روش اور طریقے کو معاشرے میں اچھی سنت کے طور پر قائم کرنے یا کسی قائم شدہ سنت حسنہ کے رشد یا احیاء کیلئے کوشش کرے پس اس کام میں محنت اور کوشش کرنا تمام اعمال میں سے بہترین عمل ہے کیونکہ یہ سنت کا احیاء کرنا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اچھی سنت کو ظاہر کرے تو اسے اس کا اجر بھی ملے گا اور ان تمام لوگوں کا اجر بھی اسے ملے گا جو روز قیامت تک اس پر عمل کریں گے بغیر اسکے کہ لوگوں کے اجر میں کوئی کمی واقع ہو۔

امر بالمعروف و نہی از منکر

امام حسین علیہ السلام نے علماء و بزرگان و صحابہ و تابعین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اعْتَبِرُوا أَيُّهَا النَّاسُ بِمَا وَعَظَ اللهُ بِهِ أَوْلِيَاءَهُ مِنْ سُوءِ ثَنَائِهِ عَلَى الْأَحْبَارِ إِذْ يَقُولُ لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَ الْأَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ[1] وَ قَالَ لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرائِيلَ إِلَى قَوْلِهِ لَبِئْسَ ما كَانُوا يَفْعَلُونَ[2] وَ إِنَّمَا عَابَ اللهُ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ لِأَنَّهُمْ كَانُوا يَرَوْنَ مِنَ الظَّلَمَةِ الَّذِينَ بَيْنَ أَظْهُرِهِمُ الْمُنْكَرَ وَ الْفَسَادَ فَلَا يَنْهَوْنَهُمْ عَنْ ذَلِكَ رَغْبَةً فِيمَا كَانُوا يَنَالُونَ مِنْهُمْ وَ رَهْبَةً مِمَّا يَحْذَرُونَ وَ اللهُ يَقُولُ – فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَ اخْشَوْنِ[3] وَ قَالَ الْمُؤْمِنُونَ وَ الْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ[4] فَبَدَأَ اللهُ بِالْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَ النَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ فَرِيضَةً مِنْهُ لِعِلْمِهِ بِأَنَّهَا إِذَا أُدِّيَتْ وَ أُقِيمَتِ اسْتَقَامَتِ الْفَرَائِضُ كُلُّهَا هَيِّنُهَا وَ صَعْبُهَا وَ ذَلِكَ أَنَّ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَ النَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ دُعَاءٌ إِلَى الْإِسْلَامِ مَعَ رَدِّ الْمَظَالِمِ وَ مُخَالَفَةِ الظَّالِمِ وَ قِسْمَةِ الْفَيْءِ وَ الْغَنَائِمِ وَ أَخْذِ الصَّدَقَاتِ مِنْ مَوَاضِعِهَا وَ وَضْعِهَا فِي حَقِّهَا ثُمَّ أَنْتُمْ أَيَّتُهَا الْعِصَابَةُ عِصَابَةٌ بِالْعِلْمِ مَشْهُورَةٌ وَ بِالْخَيْرِ مَذْكُورَةٌ وَ بِالنَّصِيحَةِ مَعْرُوفَةٌ وَ بِاللهِ فِي أَنْفُسِ النَّاسِ مَهَابَةٌ يَهَابُكُمُ الشَّرِيفُ وَ يُكْرِمُكُمُ الضَّعِيفُ وَ يُؤْثِرُكُمْ مَنْ لَا فَضْلَ لَكُمْ عَلَيْهِ وَ لَا يَدَ لَكُمْ عِنْدَهُ تَشْفَعُونَ فِي الْحَوَائِجِ إِذَا امْتَنَعَتْ مِنْ طُلَّابِهَا وَ تَمْشُونَ فِي الطَّرِيقِ بِهَيْبَةِ الْمُلُوكِ وَ كَرَامَةِ الْأَكَابِرِ أَلَيْسَ كُلُّ ذَلِكَ إِنَّمَا نِلْتُمُوهُ بِمَا يُرْجَى عِنْدَكُمْ مِنَ الْقِيَامِ بِحَقِّ اللهِ وَ إِنْ كُنْتُمْ عَنْ أَكْثَرِ حَقِّهِ تَقْصُرُونَ فَاسْتَخْفَفْتُمْ بِحَقِّ الْأَئِمَّةِ فَأَمَّا حَقَّ الضُّعَفَاءِ فَضَيَّعْتُمْ وَ أَمَّا حَقَّكُمْ بِزَعْمِكُمْ

۱۔ سورہ مائدہ، آیت ۶۳

۲۔ سورہ مائدہ، آیت ۷۸-۷۹

۳۔ سورہ مائدہ، آیت ۴۴

۴۔ سورہ توبہ، آیت ۷۱

فَطَلَبْتُمْ فَلَا مَالًا بَذَلْتُمُوهُ وَ لَا نَفْساً خَاطَرْتُمْ بِهَا لِلَّذِي خَلَقَهَا وَ لَا عَشِيرَةً عَادَيْتُمُوهَا فِي ذَاتِ اللَّهِ أَنْتُمْ تَتَمَنَّوْنَ عَلَى اللَّهِ جَنَّتَهُ وَ مُجَاوَرَةَ رُسُلِهِ وَ أَمَاناً مِنْ عَذَابِهِ لَقَدْ خَشِيتُ عَلَيْكُمْ أَيُّهَا الْمُتَمَنُّونَ عَلَى اللَّهِ أَنْ تَحُلَّ بِكُمْ نَقِمَةٌ مِنْ نَقِمَاتِهِ لِأَنَّكُمْ بَلَغْتُمْ مِنْ كَرَامَةِ اللَّهِ مَنْزِلَةً فُضِّلْتُمْ بِهَا وَ مَنْ يُعْرَفُ بِاللَّهِ لَا تُكْرِمُونَ وَ أَنْتُمْ بِاللَّهِ فِي عِبَادِهِ تُكْرَمُونَ وَ قَدْ تَرَوْنَ عُهُودَ اللَّهِ مَنْقُوضَةً فَلَا تَفْزَعُونَ وَ أَنْتُمْ لِبَعْضِ ذِمَمِ آبَائِكُمْ تَفْزَعُونَ وَ ذِمَّةُ رَسُولِ اللَّهِ ص مَحْقُورَةٌ وَ الْعُمْيُ وَ الْبُكْمُ وَ الزَّمْنَى فِي الْمَدَائِنِ مُهْمَلَةٌ لَا تُرْحَمُونَ وَ لَا فِي مَنْزِلَتِكُمْ تَعْمَلُونَ وَ لَا مَنْ عَمِلَ فِيهَا تُعِينُونَ وَ بِالْإِدْهَانِ وَ الْمُصَانَعَةِ عِنْدَ الظَّلَمَةِ تَأْمَنُونَ كُلُّ ذَلِكَ مِمَّا أَمَرَكُمُ اللَّهُ بِهِ مِنَ النَّهْيِ وَ التَّنَاهِي وَ أَنْتُمْ عَنْهُ غَافِلُونَ وَ أَنْتُمْ أَعْظَمُ النَّاسِ مُصِيبَةً لِمَا غُلِبْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ مَنَازِلِ الْعُلَمَاءِ لَوْ كُنْتُمْ تَشْعُرُونَ ذَلِكَ بِأَنَّ مَجَارِيَ الْأُمُورِ وَ الْأَحْكَامِ عَلَى أَيْدِي الْعُلَمَاءِ بِاللَّهِ الْأُمَنَاءِ عَلَى حَلَالِهِ وَ حَرَامِهِ فَأَنْتُمُ الْمَسْلُوبُونَ تِلْكَ الْمَنْزِلَةَ وَ مَا سُلِبْتُمْ ذَلِكَ إِلَّا بِتَفَرُّقِكُمْ عَنِ الْحَقِّ وَ اخْتِلَافِكُمْ فِي السُّنَّةِ بَعْدَ الْبَيِّنَةِ الْوَاضِحَةِ وَ لَوْ صَبَرْتُمْ عَلَى الْأَذَى وَ تَحَمَّلْتُمُ الْمَئُونَةَ فِي ذَاتِ اللَّهِ كَانَتْ أُمُورُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ تَرِدُ وَ عَنْكُمْ تَصْدُرُ وَ إِلَيْكُمْ تَرْجِعُ وَ لَكِنَّكُمْ مَكَّنْتُمُ الظَّلَمَةَ مِنْ مَنْزِلَتِكُمْ وَ اسْتَسْلَمْتُمْ أُمُورَ اللَّهِ فِي أَيْدِيهِمْ يَعْمَلُونَ بِالشُّبُهَاتِ وَ يَسِيرُونَ فِي الشَّهَوَاتِ سَلَّطَهُمْ عَلَى ذَلِكَ فِرَارُكُمْ مِنَ الْمَوْتِ وَ إِعْجَابُكُمْ بِالْحَيَاةِ الَّتِي هِيَ مُفَارِقَتُكُمْ فَأَسْلَمْتُمُ الضُّعَفَاءَ فِي أَيْدِيهِمْ فَمِنْ بَيْنِ مُسْتَعْبَدٍ مَقْهُورٍ وَ بَيْنِ مُسْتَضْعَفٍ عَلَى مَعِيشَتِهِ مَغْلُوبٍ يَتَقَلَّبُونَ فِي الْمُلْكِ بِآرَائِهِمْ وَ يَسْتَشْعِرُونَ الْخِزْيَ بِأَهْوَائِهِمْ اقْتِدَاءً بِالْأَشْرَارِ وَ جُرْأَةً عَلَى الْجَبَّارِ فِي كُلِّ بَلَدٍ مِنْهُمْ عَلَى مِنْبَرِهِ خَطِيبٌ يَصْقَعُ فَالْأَرْضُ لَهُمْ شَاغِرَةٌ وَ أَيْدِيهِمْ فِيهَا مَبْسُوطَةٌ- وَ النَّاسُ لَهُمْ خَوَلٌ لَا يَدْفَعُونَ يَدَ لَامِسٍ فَمِنْ بَيْنِ جَبَّارٍ عَنِيدٍ وَ ذِي سَطْوَةٍ عَلَى الضَّعَفَةِ شَدِيدٍ مُطَاعٍ لَا يَعْرِفُ الْمُبْدِئَ الْمُعِيدَ فَيَا عَجَباً وَ مَا لِيَ لَا أَعْجَبُ وَ الْأَرْضُ مِنْ غَاشٍّ غَشُومٍ وَ مُتَصَدِّقٍ ظَلُومٍ وَ عَامِلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ بِهِمْ غَيْرِ رَحِيمٍ فَاللَّهُ الْحَاكِمُ فِيمَا فِيهِ تَنَازَعْنَا وَ الْقَاضِي بِحُكْمِهِ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَنَا اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ مَا كَانَ مِنَّا

تَنَافُساً فِي سُلْطَانٍ وَلَا الْتِمَاساً مِنْ فُضُولِ الْحُطَامِ وَلٰكِنْ لِنُرِيَ الْمَعَالِمَ مِنْ دِينِكَ وَنُظْهِرَ الْإِصْلَاحَ فِي بِلَادِكَ وَيَأْمَنَ الْمَظْلُومُونَ مِنْ عِبَادِكَ وَيُعْمَلَ بِفَرَائِضِكَ وَسُنَنِكَ وَأَحْكَامِكَ فَإِنْ لَمْ تَنْصُرُونَا وَتُنْصِفُونَا قَوِيَ الظَّلَمَةُ عَلَيْكُمْ وَعَمِلُوا فِي إِطْفَاءِ نُورِ نَبِيِّكُمْ وَ حَسْبُنَا اللّٰهُ [1] وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْهِ أَنَبْنَا [2] وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ [3] ۔ [4]

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے اولیاء کو علمائے یہود کی سرزنش کرتے ہوئے جو نصیحت کی ہے اس سے عبرت حاصل کرو، وہ فرماتا ہے: لَوْ لَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ [5] آخر اللہ والے اور علماء ان کو جھوٹ بولنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے، اور ارشاد فرمایا: لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَن مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ [6] بنی اسرائیل میں سے کفر اختیار کرنے والوں پر جناب داؤد اور جناب عیسیٰ کی زبان سے لعنت کی جاچکی ہے کہ ان لوگوں نے نافرمانی کی اور ہمیشہ حد سے تجاوز کیا کرتے تھے، انہوں نے جو برائی بھی کی ہے اس سے باز نہیں آتے تھے اور بدترین کام کیا کرتے تھے، اور خدا نے ان کے اس کرتوت پر

۱۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۷۳

۲۔ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ سورہ ہود، آیت ۸۸، سورہ الشوریٰ، آیت ۱۰

۳۔ سورہ مائدہ، آیت ۱۸

۴۔ تحف العقول، ص ۲۳۷-۲۳۹

۵۔ سورہ مائدہ، آیت ۶۳

۶۔ سورہ مائدہ، آیت ۷۸-۷۹

انہیں معیوب ٹھہرایا کہ وہ ظالموں کو گناہ کرتے اور فساد کرتے ہوئے دیکھتے تھے مگر ان کے مال واسباب کی لالچ، ان کے ڈر اور خوف کی وجہ سے ان کو ظلم و ستم کرنے سے روکتے نہیں تھے۔ حالانکہ خدا نے حکم دیا ہے: فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ [1] تم ان لوگوں سے نہ ڈرو صرف ہم سے ڈرو۔ اور ارشاد فرمایا: الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ [2] مومن مرد اور مومنہ عورتیں آپس میں سب ایک دوسرے کے ولی اور مددگار ہیں کیونکہ یہ سب ایک دوسرے کو نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ پس خداوند عالم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ابتدا اپنا فریضہ قرار دیتے ہوئے خود فرمائی، کیونکہ خدا کو معلوم ہے کہ اگر یہ دونوں فریضے ادا ہو جائیں تو تمام واجبات ادا ہو جائیں گے خواہ مشکل ہوں یا آسان، حقیقت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسلام کی دعوت کے ساتھ دوسروں کے حقوق کی ادائیگی، ظالم کی مخالفت، مال غنیمت و بیت المال کی تقسیم، مواضع زکات سے زکات کی جمع آوری اور مستحقین تک ان کے حقوق ادا کرنے کو کہتے ہیں۔

پھر اے وہ صاحبان علم جو علم میں شہرت یافتہ ہو، کار خیر میں معروف ہو، وعظ و نصیحت کرنے میں مشہور ہو، تمہاری ہیبت لوگوں کے دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے اور یہ ہیبت خدا کی عطا کردہ ہے جس سے شریف انسان متاثر ہوتے ہیں اور ضعیف و ناتواں

۱۔ سورہ مائدہ، آیت ۴۴

۲۔ سورہ توبہ، آیت ۷۱

افراد تمہاری عزت کرتے ہیں، اور تمہیں اس پر ترجیح دیتے ہیں جن پر تمہیں کوئی فضیلت نہیں ہے، لوگوں کی وہ حاجتیں جن کو مسئولین پورا کرنے سے کتراتے ہیں تم ان سے سفارش کر کے دلواتے ہو، تمہاری چال بادشاہوں اور بزرگوں کی طرح ہوتی ہے، کیا یہ سب چیزیں جن تک تم پہنچے ہو ایسی نہیں ہیں کہ جن کے بعد تم سے امید کی جائے کہ تم حقوق اللہ کو پورا کرو گے؟ اگر چہ تم اکثر حقوق الٰہی کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہو، تم نے آئمہ علیہم السلام کے حقوق کو ہلکا سمجھا، کمزور و ناتواں افراد کے حقوق کو پامال کر ڈالا اور اپنے زعم ناقص میں اپنے حقوق کا مطالبہ کرلیا نہ تم نے کوئی مال خرچ کیا، نہ راہ خدا میں جان کا نذرانہ دیا اور نہ ہی اپنے قبیلہ اور خاندان والوں کو خدا کے لئے خطرہ میں ڈالا۔ تم خدا سے جنت، اس کے رسول کی ہمسائیگی اور اس کے عذاب سے امان کی تمنا لگائے بیٹھے ہو جب کہ اے خدا سے امید لگانے والو! میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تم پر عذاب الٰہی نازل نہ ہو جائے کیوں کہ عنایات پروردگار کے طفیل تم ایسی منزل پر پہنچے ہو جس کے ذریعے خدا نے تمہیں فضیلت بخشی ہے، اور کتنے ہی ایسے اللہ والے ہیں جن کی تم عزت نہیں کرتے، جب کہ تم بفضل خدا بندگان خدا میں محترم ہو، تم اپنی آنکھوں سے عہد و پیمان الٰہی ٹوٹتے ہوئے دیکھ رہے ہو اور تمہیں ذرہ برابر خوف نہیں ہے! جبکہ تم اپنے آباء واجداد کے بعض عہد و پیمان کے ٹوٹنے پر خوف زدہ ہو اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد و پیمان کو حقیر سمجھا جا رہا ہے؟ اندھے، گونگے، اپاہج اور زمین گیر افراد شہروں میں بے یاور و مددگار ہو کر رہ گئے ہیں جن پر کوئی رحم کھانے والا نہیں ہے، تم نہ تو اپنی ذمہ داری نبھاتے ہو اور نہ ہی کسی کام کرنے والے کی مدد کرتے ہو، بلکہ ظالموں کی چاپلوسی اور خوشامد کے ذریعے خود کو آسودہ

رکھتے ہو۔ یہ وہ باتیں ہے جن سے خدا نے تمہیں باز رہنے اور دوسروں کو بھی باز رکھنے کا حکم دیا ہے جب کہ تم اس سے غافل ہو، تمہاری سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ تم نے سلاطین زمانہ اور حکام وقت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور ان کے تابع ہوگئے جبکہ یہ علماء کے شایان شان نہیں ہے، علماء کا مرتبہ اس سے کہیں بلند ہے۔اے کاش تم اس بات کو سمجھنے کی کوشش کرتے کہ تمام امور واحکام ان علما کے ذمہ ہوتے ہیں جو حلال وحرام خدا کے امین ہوتے ہیں۔ لیکن تم سے یہ مقام اور عہدہ چھین لیا گیا ہے۔ اور یہ عہدہ تم سے اس لئے سلب کیا گیا ہے کہ تم حق کو چھوڑ کر متفرق ہوگئے ہو، اور واضح دلیل کے ہوتے ہوئے سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اختلاف کا شکار ہوگئے ہو، اگر تم راہ خدا میں شدائد و مشکلات میں صبر کرتے تو امور پروردگار پھر تمہارے پاس واپس آجاتے اور تمہاری جانب سے صادر ہوتے، اور تم تمام لوگوں کے مرجع بن جاتے، لیکن تم نے اپنی مسند پر ان ظالموں کو بٹھایا اور امور الٰہی کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں دیدی جو لاپروائی سے شبہات پر عمل کرتے ہیں، شہوتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، موت سے فرار اور تمہاری دنیا سے وابستگی جو بہرحال تم سے عنقریب رخصت ہونے والی ہے، سبب بنی کہ تم نے کمزور لوگوں کو ان کے حوالے کر دیا تاکہ وہ لوگ بعض کو اپنا غلام، اور بعض کو ایک لقمہ روٹی کی خاطر اپنا نوکر بنالیں۔ جو حکومت چلانے میں اپنی من مانی کرتے ہیں اور اشرار و گنہگاروں کی طرح ہوس رانی کا شکار ہیں، اور خدا کے سامنے گناہ کرنے میں جری ہیں۔ ہر شہر میں ان کا ایک خطیب ہوتا ہے جس کا اثر پوری سر زمین اسلامی پر قائم ہے، ان کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں اور بے حساب خرچ کرتے ہیں اور لوگ ان کے ایسے غلام ہیں کہ ان کے

خلاف بولنے تک کی جرأت نہیں کرتے، ناتواں اور کمزور لوگوں پر بعض ایسے جابر و ظالم حکمراں مسلط ہیں جو نہ خدا پر اعتقاد رکھتے ہیں اور نہ ہی معاد سے ڈرتے ہیں۔ تعجب ہے ان حالات پر اور میں کیونکر نہ تعجب کروں، جب کہ اسلامی سرزمین، مکار ظالم، ٹیکسوں میں سخت گیری کرنے والے اور بے رحم حکام کی زد میں ہے، ان معاملات میں خدا ہی ہمارے اور ان کے اختلافات کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے۔ بار الٰہا! تو خود جانتا ہے کہ جو کچھ ہم نے کیا وہ بادشاہوں سے دنیاوی رقابت اور دنیا داری کی بنا پر نہیں ہے بلکہ صرف اس وجہ سے ہے کہ دنیا میں تیرے دین کی نشانیاں دیکھیں، تیری زمین پر اصلاح و خوشبختی کو رواج دیں اور تیرے مظلوم بندے آسودگی کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ اور تیرے فرائض و واجبات اور اسلامی سنتوں پر عمل ہو، لہٰذا تم لوگ ہماری مدد کرو اور ہمارے ساتھ ہو جاؤ، اب بھی ستمگاروں کا تسلط تمہارے اوپر ہے اور وہ تمہارے نبی ﷺ کے نور کو بجھا دینا چاہتے ہیں (اگر تم ہماری مدد نہیں کرو گے) تو حَسْبُنَا اللّٰهُ [1] وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْهِ أَنَبْنَا [2] وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ [3] خدا ہمارا یار و مددگار ہے اور ہم اس پر بھروسہ رکھتے ہیں اور اسی کی طرف ہماری بازگشت ہے اور تمام امور اسی کی طرف پلٹنے والے ہیں۔[4]

۱۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۷۳

۲۔ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ سورہ ہود، آیت ۸۸، سورہ الشوریٰ، آیت ۱۰

۳۔ سورہ مائدہ، آیت ۱۸

۴۔ تحف العقول، ص ۲۳۷-۲۳۹، بلاغۃ الحسین (عربی و فارسی)، ص ۱۴۲-۱۵۱، بلاغت الحسین (اردو)، مترجم: حیدر مہدی کریمی، ص ۲۷، بلاغت الحسین (اردو)، مترجم: سید محمد باقر، ص ۱۰۷

منکر سے روکنا

امام حسین علیہ السلام سے روایت ہے کہ فرمایا:

لَا يَنْبَغِي لِنَفْسٍ مُؤْمِنَةٍ تَرَىٰ مَنْ يَعْصِي اللهَ فَلَا تُنْكِرُ عَلَيْهِ [1]

ایک مومن کیلئے شائستہ اور مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی کو اللہ کی معصیت کرتے ہوئے (گناہ کرتے ہوئے) دیکھے اور اسے گناہ سے نہ روکے۔

ہر نامحرم سے حجاب

امام علی رضا علیہ السلام اپنے جدّ امام حسین علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

أُدْخِلَ عَلَى أُخْتِي سُكَيْنَةَ بِنْتِ عَلِيٍّ خَادِمٌ فَغَطَّتْ رَأْسَهَا مِنْهُ فَقِيلَ لَهَا إِنَّهُ خَادِمٌ فَقَالَتْ هُوَ رَجُلٌ مُنِعَ مِنْ شَهْوَتِهِ. [2]

ایک خادم میری بہن سکینہ بنت علی علیہما السلام کے گھر میں آیا تو میری بہن نے اپنے سر کو ڈھانپ لیا، ان سے پوچھا گیا کہ یہ تو خادم ہے تو فرمایا: (خادم ہے تو کیا ہوا اگر نامحرم تو ہے اگرچہ) وہ ایسا مرد ہے جس نے اپنی شہوت پر کنٹرول کیا ہوا ہے۔

۱۔ کنز العمال ج ۳، ص ۸۵، حدیث ۵۶۱۴

۲۔ امالی طوسی، ص ۳۶۷، وسائل الشیعہ، ج ۲۰، ص ۲۲۷

لباس شہرت

امام حسین علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرمایا:

مَنْ لَبِسَ ثَوْباً يَشْهَرُهُ- كَسَاهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَوْباً مِنَ النَّارِ [1]

جو شخص ایسا لباس پہنے جو معمول اور عادت کے خلاف ہو جو اسے مشہور کر دے تو اللہ قیامت کے دن اسے آگ کا لباس پہنائے گا۔

خضاب

جابر نے امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ فرمایا: ایک گروہ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام کالے رنگ سے اپنی داڑھی کو خضاب کر رہے ہیں جب ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو امام علیہ السلام نے اپنی داڑھی پر ہاتھوں کو پھیرا اور فرمایا:

أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ غَزَاهَا أَنْ يَخْتَضِبُوا بِالسَّوَادِ لِيَقْوَوْا بِهِ عَلَى الْمُشْرِكِينَ. [2]

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوات میں سے ایک میں حکم دیا کہ سفید داڑھی والے اصحاب کالے رنگ سے خضاب کریں تاکہ اس طرح مشرکوں کے خلاف قوت حاصل کر سکیں۔

۱۔ الکافی ج۶، ص ۴۴۵

۲۔ الکافی ج۶، ص۴۸۱

حدود

خدا کا حق

روایت ہے کہ امام علی علیہ السلام نے بنی اسد کے ایک شخص کو گرفتار کیا تا کہ اس پر اللہ کی واجب حدّ جاری کریں، بنی اسد کے لوگ حسین ابن علی علیہما السلام کی خدمت میں گئے تا کہ وہ اس کی سفارش کریں، امام حسین علیہ السلام نے قبول نہ فرمایا پس یہ لوگ امام علی علیہ السلام کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئے اور ان سے درخواست کی کہ حدّ جاری نہ کریں، امام علی علیہ السلام نے فرمایا: کوئی ایسی چیز جو میرے اختیار میں ہو تم نے طلب نہیں کی ہے مگر یہ کہ میں نے تمہیں دے دی ہے۔ یہ لوگ خوشحال ہو کر باہر آ گئے اور امام حسین علیہ السلام کے پاس گئے اور انہیں مولا علی علیہ السلام کے فرمان سے آگاہ کیا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

إِنْ كَانَ لَكُمْ بِصَاحِبِكُمْ حَاجَةٌ فَانْصَرِفُوا فَلَعَلَّ أَمْرَهُ قَدْ قَضَى [1]

اگر اپنے سزا یافتہ دوست سے کوئی کام ہے تو جاؤ شاید اس کا کام تمام ہو چکا ہو گا۔ یہ لوگ بھاگے بھاگے گئے تو دیکھا کہ ان کے سزا یافتہ دوست پر حدّ جاری ہو چکی ہے۔ امیر المومنین علی علیہ السلام سے عرض کیا: اے امیر المومنین! کیا آپ نے ہمیں وعدہ نہ دیا تھا؟ فرمایا: میں نے تمہیں اس چیز کا وعدہ دیا تھا جس کا اختیار میرے پاس ہو جبکہ یہ خدا کا حق ہے جو میرے اختیار میں نہیں ہے۔

۱۔ دعائم الاسلام ج ۲، ص ۴۴۳

چوتھی فصل: امام حسین علیہ السلام کے فقہی اعمال کے نمونے

مقدمہ

امام حسین علیہ السلام کے ۵۷ سال کی زندگی میں مسلسل خدا طلبی اور اطاعت الٰہی کی طرف اجمالی نگاہ کرتے ہوئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام کے تمام اعمال، معارف الٰہی اور فقہ اسلامی پر مبنی تھے۔

اب امام عالی مقام علیہ السلام کی زندگی کے اعمال میں فقہی اعتبار سے مختلف زوایا کی طرف مختصر مرور ہمارے سامنے ہے۔

وضواور غسل کے پانی کو خشک کرنا

لِأَنَّ الْحُسَيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْخُذُ الْمِنْدِيلَ[1]

حسین بن علی علیہما السلام (اپنے وضواور غسل کے پانی کو) رومال سے خشک کرتے تھے۔

کفن دینا

أَنَّهُ كَفَّنَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فِي بُرْدٍ أَحْمَرَ[2]

امام حسین علیہ السلام کے بارے میں نقل ہوا ہے کہ انھوں نے اسامہ بن زید کو سرخ یمانی کپڑے میں کفن پہنایا۔

۱۔ تذکرۃ الفقہاء، ج۱، ص ۲۰۳

۲۔ دعائم الاسلام، ج۱، ص ۲۳۲

اہل بیت علیہم السلام کے دشمن منافق کے جنازے پر نماز کا طریقہ

صفوان جمال، امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتا ہے کہ فرمایا امام حسین علیہ السلام کے زمانے میں منافقین میں سے ایک شخص مر گیا تھا، امام حسین علیہ السلام اپنے گھر سے پیدل باہر تشریف لائے۔ راستے میں اپنے اصحاب میں سے ایک کو دیکھا تو پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: اس ناصبی منافق کے جنازے پر نماز پڑھنے سے بھاگ رہا ہوں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا میرے ساتھ آؤ اور میرے برابر میں کھڑے ہو کر اس کی نماز جنازہ میں جو کچھ مجھ سے سُنو تم بھی وہی کہتے جاؤ۔ پھر اس منافق کے جنازے پر نماز میں امام علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں کو بُلند کیا اور عرض کیا:

اللَّهُمَّ أَخْزِ عَبْدَكَ فِي عِبَادِكَ وَبِلَادِكَ اللَّهُمَّ أَصْلِهِ أَشَدَّ نَارِكَ اللَّهُمَّ أَذِقْهُ حَرَّ عَذَابِكَ فَإِنَّهُ كَانَ يُوَالِي أَعْدَاءَكَ وَيُعَادِي أَوْلِيَاءَكَ وَيُبْغِضُ أَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكَ[1]

خدایا اپنے اس منافق بندے کو اپنے بندوں کے درمیان اور اپنی زمین میں ذلیل و رسوا کر دے۔ بار الٰہا اپنی آگ کی حرارت میں اسے پھینک دے، بار الٰہا اسے اپنا سخت ترین عذاب چکھا کیونکہ یہ ایسا شخص تھا جو تیرے دشمنوں کے ساتھ ملا ہوا تھا اور تیرے دوستوں کے خلاف سازش کرتا تھا اور تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت علیہم السلام سے دشمنی رکھتا تھا۔

۱۔ من لایحضرہ الفقیہ ج۱، ص ۱۶۸

استحباب روزۂ روز عرفہ

علی بن حسن فضال، حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ فرمایا:

صَوْمُ یَوْمِ عَرَفَةَ یَعْدِلُ السَّنَةَ وَقَالَ لَمْ یَصُمْهُ الْحَسَنُ ع وَصَامَهُ الْحُسَیْنُ ع[1]

روز عرفہ کے دن کا روزہ رکھنا ایک سال کے روزے کے برابر ہے اور فرمایا:
امام حسن علیہ السلام نے اس دن روزہ نہیں رکھا تھا مگر امام حسین علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا تھا۔

حج کے مہینوں میں عمرہ کا جواز

ابراہیم یمانی کہتا ہے کہ امام صادق علیہ السلام سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو حجّ تمتّع کے مہینوں میں عمرہ مفردہ کی نیّت سے جائے اور پھر اپنے وطن کی طرف پلٹ جائے تو امام علیہ السلام نے فرمایا: کوئی اشکال نہیں ہے اور اگر اسی سال حجّ افراد کو بھی انجام دے تو بھی صحیح ہے اور قربانی لازم نہیں ہوگی۔

فَإِنَّ الْحُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ علیهما السلام خَرَجَ قَبْلَ التَّرْوِیَةِ بِیَوْمٍ إِلَى الْعِرَاقِ وَقَدْ كَانَ دَخَلَ مُعْتَمِراً[2]

بے شک حسین ابن علی علیہما السلام ترویہ کے دن سے پہلے مکّہ سے عراق کیلئے سفر کیلئے نکلے اس حال میں کہ اُنھوں نے عمرہ مفردہ انجام دیا تھا۔

۱۔ التہذیب، ج ۴، ص ۲۹۸

۲۔ الکافی ج ۴، ص ۵۳۵

معاویہ بن عمار کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے عرض کیا: جس شخص نے عمرۂ تمتع انجام دیا ہو اور جس نے عمرہ مفردہ انجام دیا ہو، کیا فرق ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جس شخص نے عمرہ تمتع انجام دیا ہے وہ اپنے عمرہ کو حجّ تمتع کے ساتھ ملائے گا اور جس نے عمرۂ مفردہ انجام دیا ہے وہ عمرہ ختم کرنے کے بعد جہاں چاہے جا سکتا ہے۔

وَقَدِ اعْتَمَرَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ علیہما السلام فِي ذِي الْحِجَّةِ ثُمَّ رَاحَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ إِلَى الْعِرَاقِ وَ النَّاسُ يَرُوحُونَ إِلَى مِنًى [1]

امام حسین علیہ السلام نے ذی الحجہ کے ایّام میں عمرۂ مفردہ انجام دیا پھر ترویہ کے دن عراق کے سفر کیلئے نکلے اس حال میں کہ اس وقت لوگ منیٰ کی طرف جا رہے تھے۔

۱۔ الکافی ج ۴، ص ۵۳۵

پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں

وضو کا طریقہ سکھانا

اسلامی احکام کی تعلیم کا لزوم اور جاہل کی ہدایت شرعی احکام میں سے ایک ہے جس کا نمونہ ہم امام حسین علیہ السلام کی زندگی میں پاتے ہیں۔

عُيُونُ الْمَحَاسِنِ عَنِ الرُّويَانِيِّ أَنَّ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ مَرَّا عَلَى شَيْخٍ يَتَوَضَّأُ وَ لَا يُحْسِنُ فَأَخَذَا فِي التَّنَازُعِ يَقُولُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنْتَ لَا تُحْسِنُ الْوُضُوءَ فَقَالَا أَيُّهَا الشَّيْخُ كُنْ حَكَماً بَيْنَنَا يَتَوَضَّأُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَّا فَتَوَضَّئَا ثُمَّ قَالَا أَيُّنَا يُحْسِنُ قَالَ كِلَاكُمَا تُحْسِنَانِ الْوُضُوءَ وَ لَكِنَّ هَذَا الشَّيْخَ الْجَاهِلَ هُوَ الَّذِي لَمْ يَكُنْ يُحْسِنُ وَ قَدْ تَعَلَّمَ الْآنَ مِنْكُمَا وَ تَابَ عَلَى يَدَيْكُمَا بِبَرَكَتِكُمَا وَ شَفَقَتِكُمَا عَلَى أُمَّةِ جَدِّكُمَا.[1]

کتاب "عیون المحاسن" میں رویانی سے روایت کی گئی ہے کہ امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام بچپن میں ایک راستے سے گزر رہے تھے کہ ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو وضو کر رہا تھا لیکن صحیح سے انجام نہیں دے رہا تھا تو دونوں بھائیوں نے آپس میں ایک عارضی مقابلہ انجام دیا جس میں ہر ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا: تمہارا وضو صحیح نہیں ہے، اس طرح بوڑھے شخص کی نگاہ کو اپنی طرف متوجّہ کیا اور فرمایا: اے شیخ! میں اور میرا بھائی ہم دونوں مل کر آپ کے سامنے مکمل وضو کرتے ہیں آپ ہمارے درمیان فیصلہ کیجیے کہ کس کا وضو صحیح ہے۔ پھر دونوں نے وضو کیا پھر پوچھا:

١۔ بحار الانوار ج ٤٣، ص ٣١٩

اے شیخ ہم میں سے کس کا وضو صحیح تھا؟ بوڑھے شخص نے جو کہ اپنے خود کے وضو کے غلط ہونے پر توجّہ کر چکا تھا، عرض کیا: آپ دونوں نے بالکل صحیح وضو کیا لیکن یہ نادان بوڑھا آج تک صحیح وضو نہیں کر رہا تھا اور آج میں نے آپ لوگوں سے سیکھ لیا ہے اور آپ لوگوں کی برکت اور اپنے جدّ بزرگوار کی اُمت سے ہمدردی کی وجہ سے اپنی غلطی سے توبہ کرتا ہوں۔

روزہ رکھنا اور اپنی نذر (منّت) کو پورا کرنا

مرحوم صدوق نے دو طریق سے (دو سندوں سے) امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ: میرے والد نے آیہ شریفہ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا (یہ لوگ نذر کو وفا کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی ہر طرف پھیلی ہوئی ہے)[۱] کے بارے میں فرمایا:

حسن و حسین علیہما السلام بچپن میں بیمار ہوگئے، پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو اصحاب کے ساتھ ان کی عیادت کیلئے تشریف لائے۔ ان دو اصحاب میں سے ایک نے مولا علی علیہ السلام سے عرض کیا: اباالحسن! اے کاش آپ نے اپنے بچوں کیلئے نذر (منّت) کی ہوتی کہ خدا انہیں شفا دے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: شکرانہ کے طور پر خدا کی بارگاہ میں تین (۳) دن روزہ رکھوں گا، جناب فاطمہ علیہا السلام اور خود بچّوں نے اور ان کی کنیز فضّہ نے بھی فرمایا: نَحْنُ أَيْضاً نَصُومُ ثَلَاثَةَ أَيَّام کہ ہم بھی ۳ دن روزہ رکھیں

۱۔ سورہ انسان آیت ۷

گے۔ پس اللہ تعالی نے حسن و حسین علیہما السلام کو عافیت بخشی اور شفادی توان سب نے اپنی نذر (منّت) کے روزہ رکھنا شروع کر دیئے اس حال میں کہ ان کے پاس کھانے کی کوئی غذا موجود نہ تھی۔ امام علی علیہ السلام شمعون یہودی کے پاس گئے جو روئی بُننے کا کام کرتا تھا اور ان کے ہمسائے میں رہتا تھا اور فرمایا: کیا یہ کر سکتے ہو کہ روئی کو جُدا کر کے مجھے دے دو تا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی اس روئی کو تمھارے لیئے بُننے کا کام کر دیں جس کی اُجرت میں تم مجھے ۳ من جَو دو۔ اُس نے قبول کر لیا اور روئی اور جَو مولا علیہ السلام کو دے دیا۔ امام علیہ السلام یہ روئی اور جَو لائے اور جناب فاطمہ علیہا السلام کو سارا ماجرا بیان کیا۔ جناب فاطمہ علیہا السلام نے فرمان کی اطاعت کی اور روئی کے ۳ حصّے کئے پھر جب ایک سوم روئی کو بُن لیا تو تین مَن جو میں سے ایک مَن لے کر اس کا آٹا بنایا اور خمیر کرنے کے بعد اس سے پانچ عدد روٹیاں پکائیں یعنی ہر فرد کیلئے ایک عدد روٹی پکائی۔ امام علی علیہ السلام نے نمازِ مغرب کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پڑھا اور گھر تشریف لائے۔ افطار کیلئے دستر خوان بچھایا گیا اور پانچوں افراد دستر خوان پر بیٹھ گئے۔ مولا علی علیہ السلام نے ابھی ایک لقمہ ہاتھ میں لیا ہی تھا کہ افطار کر سکیں کہ ایک مسکین گھر کے دروازے پر آیا اور عرض کیا: سلام ہو آپ پر اے اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! میں ایک مسکین مسلمان ہوں، خدا آپ لوگوں کو جنّت کے دستر خوان پر کھانا کھلائے۔ مولا علی علیہ السلام نے جیسے ہی یہ بات سُنی اپنے لقمہ کو رکھ دیا اور فرمایا: اے فاطمہ علیہا السلام آپ بزرگوار بلند مرتبہ اور صاحب یقین ہیں ! اے تمام انسانوں میں سے سب سے بہترین انسان کی بیٹی ! کیا آپ اس مسکین اور بے چارے شخص کی جو ہمارے گھر کے دروازے پر فریاد کر رہا ہے، سُن رہی ہیں؟ وہ خدا کی بارگاہ میں فریاد کر رہا ہے اور

بھوک اور درد سے ہم سے سوال کر رہا ہے، ہر شخص اپنی ذمہ داری پر عمل کرتا ہے پس جو بھی اچھا اور نیک کام کرے وہ خوش رہے گا اور اس کا بہشت میں مقام سر سبز اور شاداب ہے کہ خدا نے اس مقام کو بخیل کنجوس پر حرام کیا ہے اور جو بھی کنجوس بخیل ہو وہ غمزدہ اور پریشان رہے گا، آگ اسے سجین میں پھینک دے گی جس میں کھولتا ہوا پانی ہے جس میں دوزخیوں کے بدن کی راکھ ملی ہوگی۔ جناب فاطمہ علیہا السلام نے فرمایا: میں آپ کے فرمان کو مکمل شوق اور تمایل کے ساتھ قبول کرتی ہوں کیونکہ مجھ میں پستی اور بے عقلی کا کوئی وجود نہیں ہے۔ میں نے ہوش مندی اور لوگوں کی خبر گیری کو بچپن سے چکھا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ جب بھی کسی محتاج کو بھوک سے نجات دلا کر سیراب کردوں تو نیک لوگوں اور صالح جماعت سے ملحق ہوں گی اور شفاعت کے سایہ میں بہشت میں داخل ہوں گی۔ یہ فرما کر جناب فاطمہ علیہا السلام نے جو کچھ دستر خوان پر تھا اُٹھایا اور مسکین کو دیا اور اس رات پانی پی کر سب لوگ بھوکے پیٹ سوگئے۔

اگلے دن اس حالت میں کہ سوائے خالص پانی کے کوئی چیز نہ چکھی تھی روزہ رکھا پھر جنابِ فاطمہ علیہا السلام نے روٹی سے دوسرے ایک سوّم حصّے کو لیا اور جب اُسے بُن لیا تو ایک مَن جَو اور لیا جسے آٹا بنا کر خمیر بنایا اور پانچ عدد نان یعنی ہر فرد کیلئے ایک عدد روٹی بنالی۔ مولا علی علیہ السلام نے نماز مغرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پڑھی اور گھر آئے۔ دستر خوان کو بچھایا گیا اور پانچوں افراد دستر خوان پر بیٹھ گئے۔ مولا علی علیہ السلام نے افطار کیلئے ابھی پہلا لقمہ اٹھایا ہی تھا کہ ایک یتیم گھر کے دروازے پر آیا اور عرض کیا: میں ایک مسلمان یتیم ہوں جو چیز آپ لوگ تناول فرما رہے ہیں

مجھے بھی کھلایئے، خدا آپ کو بہشت کے دستر خوان پر کھانا کھلائے۔ مولا علی علیہ السلام نے جیسے ہی اس بات کو سُنا لقمہ کو رکھ دیا اور فرمایا: اے فاطمہ علیہا السلام! اے بخشنے والے سردار کی بیٹی، اے ایسے پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی جو کریم ہیں اور کم ظرف نہیں ہیں۔ ابھی خدا ایک یتیم کو ہمارے گھر کے دروازے پر لایا ہے، جو بھی آج کے دن رحم کرے گا خدا بھی اس پر رحم فرمائے گا اور اس کا مقام بہشت میں وہ خوشیاں ہوں گی جو خدا نے کم ظرف لوگوں پر حرام کردی ہیں اور جو شخص بھی بُخل و کنجوسی کرے وہ پست و حقیر ہو جائے گا اور آگ اس کو ایسی جہنّم میں پھینک دے گی کہ جس کا پانی ایسا کھولتا ہوا ہوگا کہ اس میں جہنّمیوں کے بدن کے زخموں کی راکھ ہوگی۔ جناب فاطمہ علیہا السلام نے جواب میں فرمایا: میں یہ سب بہت جلد بغیر کسی پریشانی کے یتیم کو دیتی ہوں اور اس طرح اپنے خدا کی خوشنودی کو اپنے اہل و عیال پر مقدّم رکھتی ہوں جو رات کو بھوکے سوگئے تھے جن میں دو بہادر بچے بھی ہیں جن میں سے سب سے چھوٹا وہ ہے جو کربلا کے معرکہ میں قتل کیا جائے گا جسے پست لوگوں کے ہاتھوں سے بزدلانہ طریقہ سے گھیر کر قتل کیا جائے گا، لعنت ہو اس کے قاتلوں پر اور ان کے سنگین جرم پر۔ اللہ کے غضب کی آگ اس کے قاتل کو جہنّم کے پَست ترین طبقے میں پھینک دے اور اس کی دوزخ کی زنجیروں کو تمام دوزخیوں کی زنجیروں سے زیادہ کردے۔ پھر اپنی جگہ سے کھڑی ہو کر جو کچھ دستر خوان پر موجود تھا یتیم کو دے دیا، سب نے پانی سے افطار کیا اور اس رات بھی بھوکے سو کر اگلے دن پھر روزہ رکھا۔

تیسرے دن جناب فاطمہ علیہا السلام نے روئی کے آخری تیسرے ایک سوم حصّے کو اُٹھایا اور اسے بُنا۔ پھر جو کے آخری باقی ایک مَن حصّے کو آٹا بنایا اور خمیر کر کے ۵ عدد نان یعنی ہر فرد کیلئے ایک روٹی بنائی۔ جب رات ہوئی مولا علی علیہ السلام نے مغرب کی نماز پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پڑھی اور گھر آئے تو دستر خوان کو ان کے نزدیک بچھایا گیا اور پانچوں افراد دستر خوان پر بیٹھ گئے۔ جیسے ہی مولا علی علیہ السلام نے پہلا لقمہ اٹھایا تا کہ افطار کریں تو مشرکوں کا ایک اسیر قیدی، گھر کے دروازے پر آیا اور عرض کیا: سلام ہو آپ پر اے خاندانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! کیا ہم جو آپ مسلمانوں کے اسیر قیدی ہیں ہمارے ساتھ نرمی برتیں گے؟ اور کچھ غذا ہمیں بھی بخش دیں گے؟ امام علی علیہ السلام نے لقمہ کو رکھ دیا اور فرمایا: فاطمہ علیہا السلام ! اے ایسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی جو احمد مختار ہیں، اے ایسے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی جو آقا اور سرور ہیں! آج یہ ایک اسیر جسے کوئی جگہ نہیں مل رہی اور اپنی اسارت کی زنجیر میں گرفتار ہے اور ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، ہمارے گھر کے دروازے پر آیا ہے، وہ ہمیں اپنی بھوک کی فریاد سُنا رہا ہے وہ بوسیدہ لباس پہنے اور آشفتہ حال ہے۔ جو بھی آج کے دن اُسے کھانا کھلائے گا اس کا اجر کل قیامت کے دن عظیم پروردگار کے نزدیک پائے گا کیونکہ ہر کھیتی بار جو آج کے دن بوتا ہے وہ کل کاٹے گا۔ پس اے فاطمہ علیہا السلام اس اسیر کو کھانا عطا فرمایئے اور اسے آج کی زبوں حالی سے نکالیئے۔

جناب فاطمہ علیہا السلام نے جواب میں فرمایا: جو کچھ ہمارے پاس تھا اس میں ایک مَن سے زیادہ نہیں بچا، ہاتھ اور بازو روئی کے بُننے اور جَو کی روٹیوں کے پکانے میں زخمی ہو چکے، خدا کی قسم دو بہادر بچے بھی بھوکے ہیں۔ پروردگارا! ایسا نہ ہو کہ یہ زندہ نہ

رہیں۔ ان کے والد خیر اور احسان کی نصیحت کرنے والے ہیں، قوی بازو رکھنے والے اور سخی انسان ہیں، ابھی میں اپنے سر پر اوڑھنے کے لئے سوائے عبا کے وہ بھی جسے میں نے ایک صاع (ایک مَن) کے بدلے میں سِیا ہے اور کوئی لباس نہیں رکھتی ہوں۔ پھر جنابِ فاطمہ علیہا السلام نے جو کچھ دستر خوان پر تھا اُٹھایا اور اسیر کو دے دیا اور سب پانی سے افطار کر کے سو گئے۔

اگلے دن روزہ نہ تھا مگر کھانے کی کوئی چیز بھی نہ تھی۔ کتاب مناقب میں نقل ہے کہ: جب پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِن ہستیوں کو بھوک کی حالت میں دیکھا، جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور اپنے ساتھ بہترین برتن لائے جو بہترین غذا سے پُر تھا جس میں سے مُشک اور کافور کی خوشبو آرہی تھی۔ پھر سب بیٹھ گئے اور سیر ہو کر غذا تناول فرمائی اس حال میں کہ اس غذا سے ایک لقمہ بھی کم نہ ہوا تھا۔ حسین علیہ السلام گوشت کی ایک چانپ کے ساتھ گھر سے باہر آئے تو ایک یہودی عورت کو دیکھا جس نے آواز دی: اے فاقہ زدہ خاندان! یہ غذا کہاں سے آئی؟ یہ مجھے دے دو، جیسے ہی ہاتھ بڑھایا کہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور اس ہڈی کو حسین علیہ السلام کے ہاتھ سے لے لیا اور اُس غذا کے برتنوں کو بھی آسمان کی طرف لے گئے۔ پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر حسین علیہ السلام نے قصد نہ کیا ہوتا کہ یہ ہڈی اس یہودی کو بخش دیں تو یہ برتن میرے خاندان میں باقی رہتا یہاں تک کہ روز قیامت تک اس سے کھاتے رہتے اور اس سے ایک لقمہ بھی کم نہ ہوتا۔ اور آیت نازل ہوئی یُوفُونَ بِالنَّذْرِ اپنی نذر (منّت) سے وفا کرتے ہیں۔ یہ صدقہ ۲۵ ذی الحجہ کی شب انجام پایا اور اسی دن سورۂ ھل اتی نازل ہوئی۔

ایک راوی شعیب نے نقل کیا ہے کہ علی علیہ السلام وحسن و حسین علیہما السلام جو بھوک کی شدّت سے کانپ رہے تھے پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ جیسے ہی پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا تو فرمایا: اے اباالحسن علیہ السلام آپ کی حالت کو دیکھ کر بہت بے سکون ہوں اپنی بیٹی فاطمہ علیہا السلام کے پاس چلتے ہیں دیکھتے ہیں۔ سب مل کر فاطمہ علیہا السلام کے پاس آئے تو دیکھا فاطمہ علیہا السلام اپنے محراب میں ہیں جبکہ بھوک سے ان کا شکم پشت سے چپک چکا تھا۔ پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نزدیک آئے اور جناب فاطمہ علیہا السلام کو اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا: خدایا فریاد کو پہنچ! یہ لوگ ۳ دن اس حالت میں ہیں پھر جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! خدا نے آپ کے اہل بیت کے بارے میں یہ آیات نازل فرمائی ہیں:

إِنَّ ٱلْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ ٱللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا يُوفُونَ بِٱلنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُۥ مُسْتَطِيرًا وَيُطْعِمُونَ ٱلطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ ٱللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَآءً وَلَا شُكُورًا إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا فَوَقَىٰهُمُ ٱللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ ٱلْيَوْمِ وَلَقَّىٰهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا وَجَزَىٰهُم بِمَا صَبَرُوا۟ جَنَّةً وَحَرِيرًا مُّتَّكِـِٔينَ فِيهَا عَلَى ٱلْأَرَآئِكِ ۖ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِـَٔانِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا۠ قَوَارِيرَا۟ مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّىٰ سَلْسَبِيلًا وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَٰنٌ مُّخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا عَٰلِيَهُمْ ثِيَابُ

سُندُسٍ خُضرٌ وَإِستَبرَقٌ وَحُلُّوٓا أَسَاوِرَ مِن فِضَّةٍ وَسَقَىٰهُم رَبُّهُم شَرَابًا طَهُورًا إِنَّ هَٰذَا كَانَ لَكُم جَزَآءً وَكَانَ سَعيُكُم مَّشكُورًا [۱] (بیشک ہمارے نیک بندے اس پیالہ سے پئیں گے جس میں شراب کے ساتھ کافور کی آمیزش ہوگی (۵) یہ ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے نیک بندے پئیں گے اور جدھر چاہیں گے بہاکر لے جائیں گے (۶) یہ بندے نذر کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی ہر طرف پھیلی ہوئی ہے (۷) یہ خدا کی محبت میں مسکین یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں (۸) ہم صرف اللہ کی مرضی کی خاطر تمہیں کھلاتے ہیں ورنہ نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ (۹) ہم اپنے پروردگار سے اس دن کے بارے میں ڈرتے ہیں جس دن چہرے بگڑ جائیں گے اور ان پر ہوائیاں اڑنے لگیں گی (۱۰) تو خدا نے انہیں اس دن کی سختی سے بچالیا اور تازگی اور سرور عطا کردیا (۱۱) اور انہیں ان کے صبر کے عوض جنّت اور حریر جنّت عطا کرے گا (۱۲) جہاں وہ تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے نہ آفتاب کی گرمی دیکھیں گے اور نہ سردی (۱۳) ان کے سروں پر قریب ترین سایہ ہوگا اور میوے بالکل ان کے اختیار میں کردیئے جائیں گے (۱۴) ان کے گرد چاندی کے پیالے اور شیشے کے ساغروں کی گردش ہوگی (۱۵) یہ ساغر بھی چاندی ہی کے ہوں گے جنہیں یہ لوگ اپنے پیمانہ کے مطابق بنالیں گے (۱۶) یہ وہاں ایسے پیالے سے سیراب کئے جائیں گے جس میں زنجبیل کی آمیزش ہوگی (۱۷) جو جنّت کا ایک چشمہ ہے جسے سلسبیل کہا جاتا ہے (۱۸) اور ان کے گرد ہمیشہ نوجوان رہنے والے بچے گردش کررہے ہوں گے کہ تم انہیں دیکھو گے تو

۱۔ سورہ انسان آیت ۵ سے ۲۲

بکھرے ہوئے موتی معلوم ہوں گے (۱۹) اور پھر دوبارہ دیکھو گے تو نعمتیں اور ایک ملک کبیر نظر آئے گا (۲۰) ان کے اوپر کریب کے سبز لباس اور ریشم کے حلّے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور انہیں ان کا پروردگار پاکیزہ شراب سے سیراب کرے گا (۲۱) یہ سب تمہاری جزا ہے اور تمہاری سعی قابل قبول ہے (۲۲)[1]

حسن بن مہران اس طرح روایت کو آگے بڑھاتے ہیں کہ پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً کھڑے ہوگئے اور چلنے لگے یہاں تک کہ بی بی فاطمہ علیہا السلام کے گھر میں داخل ہوئے جیسے ہی ان کی حالتِ زار دیکھی انہیں اپنے پاس بلایا اور اس حال میں کہ شدید گریہ کررہے تھے اور ان کے بارے میں سخت فکرمند تھے، فرمایا: کیا آپ لوگ ۳ دن سے اس حال میں ہیں اور مجھے خبر نہ ہوئی؟ اس وقت جبرئیل علیہ السلام آیات لے کر نازل ہوئے إِنَّ ٱلْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ ٱللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: یہ چشمہ پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں ہے جو پیامبروں اور مومنین کے گھر تک جاری ہوتا ہے۔

يُوفُونَ بِٱلنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُۥ مُسْتَطِيرًا فرمایا: یعنی علی و فاطمہ و حسن و حسین اور انکی کنیز فضّہ علیہم السلام وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُۥ مُسْتَطِيرًا فرمایا: یعنی وہ دن سخت اور خطرناک ہے وَيُطْعِمُونَ ٱلطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ فرمایا: جبکہ خود انہیں غذا کی ضرورت تھی اور غذا کھانا چاہتے تھے مگر دوسروں کو اپنے اوپر مقدّم رکھا۔(مِسْكِينًا)

---

[1] جوادی، ذیشان حیدر، ترجمہ و تفسیر قرآن مجید، سورہ انسان آیت ۵ سے ۲۲

مسلمانوں میں سے ایک محتاج (وَيَتِيمًا) مسلمانوں میں سے ایک یتیم (وَأَسِيرًا) مشرکوں میں سے ایک اسیر اور جب بھی انہیں کھانا کھلاتے تھے تو کہتے تھے إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ ٱللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَآءً وَلَا شُكُورًا ہم صرف اور صرف خدا کی خوشنودی کی خاطر آپ کو کھانا کھلاتے ہیں اور نہ ہی آپ سے کوئی جزاء چاہتے ہیں اور نہ ہی شکریہ۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم انہوں نے یہ بات زبان سے نہیں کہی تھی بلکہ یہ بات ان کے دِل میں تھی جس کی خبر خدا نے دے دی۔ پھر اللہ تعالی نے فرمایا: پس اللہ نے انہیں قیامت کے دن کے شر سے انہیں اپنی حفظ و امان میں رکھا(فَوَقَىٰهُمُ ٱللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ ٱلْيَوْمِ)۔ وَلَقَّىٰهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا خوشی اور شادابی کو انکے چہروں میں، سرور اور شادمانی کو انکے دِل میں رکھ دیا۔ وَجَزَىٰهُم بِمَا صَبَرُوا۟ جَنَّةً وَحَرِيرًا اور چونکہ انہوں نے صبر کیا تھا اسکے بدلے میں بہشت سے نوازا جس میں رہیں گے اور ابریشم کے فرش و لباس سے نوازا یہ انکے صبر کی جزا ہے۔ مُّتَّكِـِٔينَ فِيهَا عَلَى ٱلْأَرَآئِكِ ۖ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا ، یہ لوگ بہشت میں اس حال میں ہوں گے بہترین تخت پر بیٹھے ہوں گے جس میں نہ سورج کی دھوپ کی شدت محسوس ہو گی اور نہ ہی سردی کی کپکپاہٹ۔ ابن عباس کہتے ہیں: بہشتی لوگ بہشت میں ہوں گے کہ اچانک پوری جنّت میں مثل سورج کی روشنی ہو جائے گی جو بہشتی لوگوں پر چمکنے لگے گی۔ بہشتی لوگ کہیں گے: پروردگارا! تو نے اپنی کتاب میں فرمایا تھا کہ بہشت میں کوئی سورج نہ دکھے گا۔ اللہ تعالی جبرئیل کو بھیج کر فرمائے گا: یہ سورج

نہیں ہے بلکہ علی علیہ السلام اور فاطمہ علیہا السلام اپنی بہشت میں مسکرائے تو ان کے ہنسنے کا نور ہے جس سے تمام بہشتیں چمکنے لگیں۔ اور سورہ مبارکہ ھل اتی تا وَكَانَ سَعْيُكُم مَّشْكُورًا پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوا ہے۔[1]

ا۔ بحار الانوار ج ۳۵، ص ۲۴۷

امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام کے زمانے میں

کوئی ایسے کام کا نہ کرنا جو الٰہی مجازات کا سبب بنے

امام حسین علیہ السلام کی زندگی اس قدر دقیق اور حساب کے ساتھ تھی کہ اس سے قطع نظر کہ وہ معصوم تھے اصلاً کوئی ایسا کام نہ کرتے تھے جو حدّ الٰہی کا موجب بنے۔ ان کی زندگی احکام اسلامی اور فقہی امور کے لحاظ سے کامل نمونہ اور اسوۂ عمل تھی۔ انکے اعمال شیعہ فکر میں جنبۂ فقہی کی جہت سے نقشِ مہم رکھتے ہیں اور شیعوں کیلئے زندگی گزارنے کا اہم ترین نمونہ ہیں۔ امام حسین علیہ السلام کے شیعوں کیلئے ضروری ہے کہ اس پر عمل کریں اور کوئی ایسا کام نہ کریں جو حدّ اور فساد کا باعث بنے۔ بعض لوگ کہتے ہیں ہم صرف نوحہ خوانی اور عزاداری کریں گے، یہ جنّت میں جانے کیلئے کافی ہے اور نماز پڑھنا، گناہوں کو چھوڑنا مثلاً جھوٹ، غیبت، تہمت زنا و غیرہ جو حدّ الٰہی کا باعث بنتے ہیں انہیں ترک کرنے کی اور چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں جبکہ امام حسین علیہ السلام اصلاً ایسے نہیں تھے اور نہ ہی ایسا چاہتے تھے کہ ان کے شیعہ ایسے گناہ کریں جو حدّ الٰہی کا سبب بنے۔ ان کی زندگی میں ایسے کسی کام کے نہ کرنے کے چند نمونہ ہم احادیث میں دیکھتے ہیں:

حدّ کا جاری کرنا

حسن بن محبوب اپنی سند سے میثم سے نقل کرتے ہیں کہ فرمایا:

ایک حاملہ عورت جو وضع حمل کے قریب تھی امیر المؤمنین علیہ السلام کے پاس آتی ہے اور عرض کرتی ہے: اے امیر المؤمنین علیہ السلام میں نے زنا کیا ہے اس لیے مجھ

پر حدّ الٰہی کو جاری کریں اور مجھے (گناہ سے) پاک کردیں خدا آپ کو پاک کرے، دنیا کا عذاب آخرت کے ہمیشگی عذاب سے آسان تر ہے۔
فرمایا: کس چیز سے تمہیں تطہیر کروں؟ عرض کیا میں نے زنا کیا ہے۔
فرمایا: کیا تم شوہر رکھتی تھی یا نہیں؟ عرض کیا: (جی ہاں) شوہر رکھتی تھی۔ فرمایا: کیا گناہ کے ارتکاب کے وقت تمہارا شوہر حاضر تھا یا مسافر؟ عرض کیا: حاضر تھا۔ فرمایا: جاؤ وضعِ حمل کرو پھر آنا تو تمہیں تطہیر کروں۔ جیسے ہی یہ عورت گئی اور اتنا دور چلی گئی کہ اب مولا علیہ السلام کی بات اس تک نہیں پہنچ سکتی تھی تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا: بارالٰہا! یہ ایک بار اعتراف۔ کچھ وقت کے بعد وہ عورت دوبارہ آئی اور کہا: میں نے وضعِ حمل کرلیا ہے مجھے پاک فرمادیجیے۔ حضرت علیہ السلام نے تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتے ہوئے ایسے ظاہر کیا جیسے معلوم نہیں ہے اور فرمایا: اے خدا کی کنیز! تمہیں کس چیز سے پاک کروں؟ اس نے عرض کیا: میں نے زنا کیا ہے مجھے پاک کردیں۔ مولا علیہ السلام نے پوچھا: کیا گناہ کے ارتکاب کے وقت تم شوہر دار تھی؟ عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: کیا تمہارا شوہر حاضر تھا یا سفر میں؟ عرض کیا: حاضر تھا۔ فرمایا: جاؤ اپنے نو مولود بچے کو جیسا کہ خدا نے حکم دیا ہے دو سال تک کامل دودھ پلاؤ۔ راوی کہتا ہے وہ عورت چلی گئی جب وہ اتنا دور چلی گئی کہ اس تک امام علیہ السلام کی آواز نہ پہنچ سکتی تھی تو امام علیہ السلام نے فرمایا: بارالٰہا! یہ دو بار اعتراف۔ پھر دو سال کے بعد وہ عورت دوبارہ آئی اور عرض کیا: اے امیر المؤمنین! پورے دو سال تک میں نے نو مولود کو دودھ پلادیا ہے۔ اب مجھے پاک فرمائیے۔ حضرت علیہ السلام نے تجاہلِ عارفانہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو بے خبر ظاہر کرتے ہوئے پوچھا: کس چیز سے

تمہیں پاک کردوں؟ عورت نے عرض کیا: میں نے زنا کیا ہے مجھے پاک کردیجئے۔ فرمایا: کیا گناہ کے ارتکاب کے وقت تم شوہر دار تھی؟ عورت نے عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: کیا تمہارا شوہر سفر میں تھا یا حاضر تھا؟ عورت نے عرض کیا: حاضر تھا۔ فرمایا: جاؤ اپنے بچے کی سرپرستی کرو (یہاں تک کہ اتنا بڑا ہو جائے کہ) سمجھ سکے کہ (کیا اور کیسے) کھانا اور پینا چاہیئے اور چھت سے نہ گر جائے اور خود کو کنویں میں نہ گرادے۔ وہ عورت اس حال میں کہ سخت گریہ کر رہی تھی چلی گئی۔ جیسے ہی وہ اتنا دور چلی گئی کہ مولا علیہ السلام کی بات نہ سُن سکتی تھی تو مولا علیہ السلام نے فرمایا: بارالٰہا یہ تین مرتبہ اعتراف۔

عمرو بن حریث مخزومی اس عورت کے پاس آیا اور پوچھا: ای کنیز خدا! کیوں اتنا گریہ کر رہی ہو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ علی علیہ السلام کے پاس رفت و آمد کر رہی ہو اور چاہتی ہو کہ تمہیں پاک کردیں۔

اس عورت نے کہا: میں امیر المؤمنین علیہ السلام کے پاس گئی اور اُن سے درخواست کی کہ مجھے پاک کردیں تو مولا علیہ السلام نے فرمایا: اپنے بچے کی سرپرستی کرو (یہاں تک کہ اتنا بڑا ہو جائے) کہ سمجھ سکے کہ (کیا اور کیسے) کھانا کھائے اور پی سکے اور چھت سے نہ گرے اور خود کو کنویں میں نہ گرادے۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ مجھے پاک نہ کریں اور میری موت آجائے۔

عمرو بن حریث نے اس عورت سے کہا: امیر المؤمنین علیہ السلام کے پاس جاؤ اور ان سے اپنی درخواست کا اظہار کرو، میں تمہارے فرزند کی سرپرستی کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ پس وہ عورت امیر المؤمنین علیہ السلام کے پاس پلٹ کر گئی اور اُنہیں خبر دی۔

امام علی علیہ السلام نے اس حال میں کہ تجاہلِ عارفانہ کر رہے تھے اپنے آپ کو بے خبر ظاہر کرتے ہوئے پوچھا: عمرو بن حریث کیوں تمہارے فرزند کی سرپرستی کر رہا ہے؟ عورت نے کہا: میں نے زنا کیا ہے مجھے پاک کر دیجیئے۔ امام علیہ السلام نے پوچھا: کیا گناہ کے ارتکاب کے وقت شوہر دار تھی؟ عرض کیا: جی ہاں، مولا علیہ السلام نے پوچھا: کیا تمہارا شوہر سفر میں تھا یا حاضر تھا؟

راوی کہتا ہے: حضرت علیہ السلام نے اپنے سَر کو آسمان کی طرف بُلند کیا اور عرض کیا: بارالٰہا! ابھی اس کا یہ چوتھی بار اعتراف خود اس کے اپنے فعل پر کامل ہو گیا اور تُو نے جو کچھ اپنے دین میں پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی ہے کہ فرمایا ہے: اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بھی میری حدود میں سے کسی حدّ کو معطّل کرے اس نے میرے ساتھ دشمنی کی ہے اور اس طرح میرے ضدّ میں آکر کھڑا ہوا ہے۔ بارالٰہا میں تیری حدود کو معطّل نہ کروں گا اور تیری ضدّ میں آکر کھڑا نہ ہوں گا اور تیرے احکام کو تباہ نہ کروں گا میں تیرا فرمانبردار اور تیرے نبی کی سنّت کا پیروکار ہوں۔ عمرو بن حریث نے حضرت علیہ السلام کی طرف نگاہ کی (اور انہیں ایسا ناراض دیکھا) گویا ان کے چہرہ (مبارک) پر کسی نے انار کا پانی چھڑک دیا ہو۔

عمرو نے جب ایسا دیکھا تو عرض کیا: اے امیر المؤمنین علیہ السلام میں نے چاہا کہ بچے کی سرپرستی کروں کیونکہ میں نے گمان کیا کہ آپ کو پسند آئے۔ اگر آپ کو پسند نہیں آیا تو میں یہ کام نہیں کروں گا۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: اب کیا؟ اب تو چار بار اقرار ہو چکا۔ اب جو بھی ہو تمہیں ہر صورت اور زحمت کے باوجود اس بچے کی سرپرستی کرنی پڑے گی جاؤ اُس کی سرپرستی کرو۔

امیر المؤمنین علی علیہ السلام منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: قنبر! لوگوں کے درمیان اعلان کرو کہ (مسجد میں) جمع ہو جائیں۔

قنبر نے اعلان کیا اور لوگ اس طرح جمع ہو گئے کہ مسجد جمعیت سے پُر ہو گئی۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے بلند ہو کر اللہ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا: سُنو! اے لوگوں! کل تمہارا امام اس خاتون کو شہر سے باہر لے جائے گا تا کہ خدا کے حکم کے مطابق حدِّ الٰہی کو اس پر جاری کرے۔ یہ امیر المؤمنین ہے جو ابھی تم سے تاکید کرتے ہوئے چاہتا ہے کہ کل ایسے چہروں کے ساتھ کہ پہچانے نہ جاؤ اور ہاتھ میں پتھر لے کر ایسے باہر آؤ کہ کوئی کسی دوسرے کو پہچاننے کی کوشش نہ کرے تا کہ ان شاء اللہ اپنے گھروں کی طرف پلٹ سکو۔ یہ کہہ کر مولا علیہ السلام منبر سے اُتر گئے۔

جب صبح نمودار ہوئی، انہیں باہر لایا گیا لوگ بھی اس حال میں کہ اپنے چہروں کو عمامہ اور اپنے لباس سے چھپایا ہوا تھا اور پتھروں کو اپنی عباؤں اور آستینوں میں چھپایا ہوا تھا باہر آئے یہاں تک کہ سب مل کر امام علیہ السلام کے ساتھ کوفہ سے باہر آ گئے۔ امام علیہ السلام نے حکم دیا کہ ایک گڑھا کھودا جائے جس میں اس خاتون کو جگہ دی جائے پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے اور اپنی پیروں کو رکاب کے حلقوں میں مضبوطی سے رکھا اور اپنی دو چھوٹی انگلیوں کو اپنے کانوں میں رکھ کر چیخ کر بُلند آواز سے کہا: سُنو لوگوں! اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نصیحت فرمائی جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بیان

فرمائی اور وہ یہ ہے کہ: جو بھی ایسا گناہ گار ہے کہ خود حدّ الٰہی کا حقدار ہے اور خود اس پر حدّ جاری ہونی چاہیئے وہ ہر گز اس قابل ہی نہیں ہے کہ کسی دوسرے پر حدّ کو جاری کرے۔ پس تم میں سے جو کوئی بھی ایسا ہے جس پر خود حدّ لگنی چاہیئے اور وہ بھی اس عورت کی طرح حدّ الٰہی کا حقدار ہے وہ یہاں حدّ قائم نہیں کر سکتا۔ راوی کہتا ہے کہ

فَانْصَرَفَ النَّاسُ يَوْمَئِذٍ كُلُّهُمْ مَا خَلَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ع وَ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ ع فَأَقَامَ هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَةُ عَلَيْهَا الْحَدَّ يَوْمَئِذٍ وَ مَا مَعَهُمْ غَيْرُهُمْ [1]

"اس دن تمام لوگ واپس اپنے گھروں کی طرف پلٹ گئے سوائے امیر المؤمنین علی علیہ السلام، امام حسن علیہ السلام، امام حسین علیہ السلام کے جنہوں نے اس خاتون پر حدّ الٰہی کو جاری کیا اس حال میں کوئی ایک شخص بھی ان کے ساتھ نہ تھا۔"

۱۔ الکافی، ج ۷، ص ۱۸۶-۱۸۷

امام حسن مجتبی علیہ السلام کے زمانے میں

اپنے زمانے کے امام کی تعظیم

حضرت سیّد الشہداء علیہ السلام اپنی اتنی عظمت و جلالت کے باوجود اپنے زمانے کے امام کے احترام اور تعظیم میں ذرّہ برابر بھی کوتاہی نہ فرماتے تھے۔

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَا تَكَلَّمَ الْحُسَيْنُ بَيْنَ يَدَيِ الْحَسَنِ إِعْظَاماً لَه [1]

امام حسین علیہ السلام نے امام حسن علیہ السلام کی عظمت کی رعایت کرتے ہوئے کبھی بھی انکے حضور میں کلام نہ کیا۔

خانہ کعبہ کی طرف پیدل جانا اور حج کے مراسم کو انجام دینا

الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ عليهما السلام يَمْشِيَانِ إِلَى الْحَجِّ [2]

حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام حجّ کی طرف پیدل جاتے تھے۔

امام حسین ابن علی علیہما السلام کی شخصیت اس قدر بلند اور دسترس سے دور اور باشکوہ و پُروقار تھی کہ جب اپنے بھائی امام حسن مجتبی علیہ السلام کے ساتھ پیدل خانہ کعبہ کی طرف جاتے تھے تو تمام بزرگان اور اسلامی شخصیات ان کے احترام میں اپنی سواری سے اتر جاتے اور ان کے ساتھ پیدل چل کر راہ کو طے کرتے تھے۔ [3]

۱۔ المناقب جلد ۳، ص ۴۰۱

۲۔ الارشاد، ج ۲، ص ۱۲۸

۳۔ ذکری الحسین، ج ۱، ص ۱۵۲ بہ نقل از ریاض الجنان، ص ۲۴۱۔

امامت کے زمانے سے واقعہ کربلا تک

وقف

اسلامی فقہ کی نگاہ میں وقف ہوئے مال کو بیچنا جبکہ وقف خاص ہو مثلا اولاد کیلئے وقف، یا وقف عام ہو مثلا فقراء کیلئے وقف کئے ہوئے مال کو بیچنا جائز نہیں ہے سوائے چند موارد کے : ۱۔ اس طرح خراب ہو چکا ہو کہ استفادہ کے بالکل قابل نہ رہے اور اسکی تعمیر و مرمت بھی ممکن نہ ہو۔ ۲۔ خرابی کے اثر سے عرف میں کچھ بھی استفادہ اس سے نہ ہوتا ہو اور اسکے بیچنے سے اتنا مال مہیا ہو سکے کہ خراب ہونے سے پہلے کے منافع کے برابر ہو سکے۔ ۳۔ واقف نے شرط کی ہو کہ جب ضرورت پڑے اور احتیاج ہو تو بیچ دیا جائے تو ایسی صورت میں بھی مال موقوف کو بیچنا جائز ہے۔

وقف ہوئے مال کو نہ بیچنا

اس جہت سے دیکھتے ہوئے کہ امام حسین علیہ السلام سخی اور بخشنے والے تھے زمانہ ان پر تنگ ہوا اور مقروض ہوگئے، معاویہ نے اس فرصت کو غنیمت سمجھا اور ایک خط لکھا جس کے ساتھ اس نے دو لاکھ دینار امام حسین علیہ السلام کیلئے بھجوائے اور ان سے درخواست کی کہ امام علیہ السلام پانی کا وہ کنواں جو مولا علی علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے کھودا تھا اور مدینہ کے فقراء کیلئے وقف کر دیا تھا، وہ امام حسین علیہ السلام معاویہ کو فروخت کر دیں۔ امام حسین علیہ السلام نے صریحاً انکار کر دیا اور فرمایا:

إِنَّمَا تَصَدَّقَ بِهَا أَبِي لِيَقِيَ اللهُ بِهَا وَجْهَهُ حَرَّ النَّارِ، وَلَسْتُ بَائِعُهَا بِشَيْءٍ[۱]

۱۔ الکامل (مبرد)، ج ۳ ص ۲۰۸

وہ کنواں میرے والد نے صدقہ قرار دیا تھا تاکہ اس کے سبب خدا انہیں آگ کی حرارت سے بچائے رکھے میں وہ کنواں کسی قیمت پر نہ بیچوں گا۔

فقراء کے ساتھ کھانا کھانا اور انہیں کھانا کھلانا

ایک دن ایک محلے سے گزر رہے تھے کہ چند فقیروں کو دیکھا جو اپنی عباؤں کو پھیلا کر اس پر بیٹھے ہوئے تھے اور خشک نان کے ٹکڑے کھا رہے تھے۔ انہوں نے امام حسین علیہ السلام کو پیشکش کی کہ وہ بھی ان کے ساتھ خشک نان کے ٹکڑے تناول فرمائیں، امام حسین علیہ السلام نے قبول کر لیا اور تناول فرمایا اس وقت قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی: إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ [1] (وہ متکبرین کو ہرگز پسند نہیں کرتا ہے) پھر فرمایا: قَدْ أَجَبْتُكُمْ فَأَجِيبُونِي میں نے تمہاری دعوت کو قبول کیا، اب آپ لوگ بھی میری دعوت کو قبول فرمائیے۔ انہوں نے بھی حضرت علیہ السلام کی دعوت کو قبول کیا اور ان کے ساتھ انکے گھر گئے تو حضرت علیہ السلام نے حکم دیا اور اس طرح بہترین پذیرائی کے ساتھ جو کچھ گھر میں موجود تھا ان کی ضیافت کیلئے پیش کیا گیا اور اس طرح انہوں نے تواضع اور انسان دوستی کا سبق بھی معاشرے کو سکھا دیا۔[2]

شعیب بن عبد الرحمٰن خزاعی کہتا ہے: جیسے ہی حسین ابن علی علیہما السلام کی شہادت ہو گئی انکی پشت مبارک پر نشانات دیکھے گئے۔ اس کی علّت امام زین العابدین علیہ السلام سے پوچھی گئی تو فرمایا:

۱۔ سورہ نحل آیت ۲۳

۲۔ تفسیر عیاشی، ج ۲، ص ۲۵۷

هَذَا مِمَّا كَانَ يَنْقُلُ الْجِرَابَ عَلَى ظَهْرِهِ إِلَى مَنَازِلِ الْأَرَامِلِ وَ الْيَتَامَى وَ الْمَسَاكِين

یہ نشانات ان کھانے کی تھیلیوں کے ہیں جو میرے والد رات میں کندھے پر رکھتے تھے اور بیوہ عورتوں، یتیم بچوں اور فقراء میں تقسیم کرتے تھے۔[1]

اپنے نکاح کے ذریعے مظلوم کا دفاع اور اس کی حمایت

امام حسین علیہ السلام کا مظلوم کے دفاع اور مظلوم کی حمایت سے شدت سے اظہار ہمیں "ارینب اور عبد اللہ بن سلام" کی داستان میں نظر آتا ہے۔ یہ داستان امام حسین علیہ السلام کے بارے میں کوئی عیب نہیں ہے بلکہ آپ علیہ السلام کی فضیلت، سیاست، کیاست، مہربانی اور رحم دلی کی نشانی ہے کہ حضرت علیہ السلام نے یہ کام صرف یزید کی شرمناک شیطانی سازش کو ناکام کرنے کیلئے انجام دیا تھا اور اس طرح ایک خاندان کی زندگی کو اجڑنے سے بچالیا تھا۔ اس داستان میں امام حسین علیہ السلام کا مظلوموں کے ساتھ لگاؤ اور ان کی مدد کرنے کا جذبہ نمایاں ہے حتی کہ روایت میں اس امر کی تاکید کی گئی ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: خدایا! آگاہ رہنا کہ میں نے مال اور خوبصورتی کیلئے اسے اپنے عقد میں قرار نہیں دیا ہے اور پھر اس عورت کے اپنے سابقہ شوہر سے پھر سے محبت کے بارے میں آگاہ ہوتے ہی اسے طلاق دے دی۔ اس داستان کے بارے میں جو کچھ تاریخ کی بعض کتابوں میں آیا ہے، وہ یہ ہے کہ معاویہ کی خلافت کے زمانہ میں، "ارینب بنت اسحاق" نامی ایک مومنہ عورت تھی۔ یہ عورت خوبصورتی اور ادب و کمالات کے لحاظ سے بڑی مشہور تھی۔ یزید، جو

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۴، ص ۶۶

اس زمانہ میں ولی عہد تھا، اس عورت کا عاشق تھا، لیکن اس سے پہلے کہ اس عورت سے ازدواج کرنے کی غرض سے کوئی اقدام کرتا، ''ارینب'' نے ایک مشہور شخص اور اپنے چچازاد بھائی ''عبداللہ بن سلام'' سے شادی کرلی، اور عراق میں اپنے شوہر کے ساتھ آرام وآسائش کی زندگی گزارنے لگی۔

معاویہ کو اپنے بیٹے کے عشق اور دل لگی کے بارے میں اطلاع ملی اور اس نے وعدہ کیا کہ اپنے بیٹے کی آرزو کو منزل مقصود تک پہنچادے گا۔ اس زمانہ میں عبداللہ عراق میں معاویہ کی طرف سے کوئی مسئولیت انجام دے رہا تھا۔ معاویہ نے اسے عراق سے شام بلایا اور ابوہریرہ اور ابودرداء کے ذریعہ اسے پیغام پہنچا دیا کہ اپنی بیٹی کو اس کے عقد میں قرار دینا چاہتا ہے، کیونکہ تم خلیفہ کا داماد بننے کی صلاحیت رکھتے ہو۔

عبداللہ نے اس تجویز کو قبول کیا، ابوہریرہ اور ابودرداء نے معاویہ کو اس کی رپورٹ دیدی۔ معاویہ نے اس سے پہلے اپنی بیٹی سے کہہ رکھ دیا کہ اگر یہ دو افراد تیرے پاس آئیں اور عبداللہ کے لئے تیرا رشتہ مانگیں، تو اسے قبول کرنا، لیکن ان سے کہنا کہ ''صرف اس صورت میں قبول کرتی ہوں کہ عبداللہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔'' عبداللہ معاویہ کے دھوکہ میں آگیا اور اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور معاویہ سے وعدہ پورا کرنے کو کہا۔

معاویہ نے جواب دیا: اگر میری بیٹی راضی ہوئی تو میں اسے قبول کرتا ہوں، وہ دونوں افراد معاویہ کی بیٹی کے پاس گئے اور ''ارینب'' کو طلاق دیئے جانے کی داستان بیان کی۔ معاویہ کی بیٹی نے جواب دیا: میں اس سلسلہ میں صلاح و مشورہ کروں گی۔

کچھ مدت گزری اور اس دوران "ارینب" کی عدّت ختم ہوئی وہ دو افراد پھر سے معاویہ کی بیٹی کے پاس گئے لیکن اس نے انکار کیا اور کہا: یہ ازدواج میری مصلحت کے مطابق نہیں ہے ۔ اس کے بعد معاویہ نے ابودرداء کو عراق بھیج دیا تاکہ "ارینب" کا یزید کے لئے رشتہ مانگے جب وہ عراق (کوفہ) میں داخل ہوا تو اسے معلوم ہوا کہ امام حسین علیہ السلام بھی عراق میں ہیں۔ اس نے فیصلہ کیا کہ پہلے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور اس کے بعد اپنی ذمہ داری کو انجام دے۔ جب وہ امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا، تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا: عراق کس لئے آئے ہو؟ ابودرداء نے موضوع کو امام علیہ السلام کی خدمت میں بیان کیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: میں بھی چاہتا ہوں کہ کسی کو "ارینب" کے پاس رشتہ کے لئے بھیج دوں، اب جبکہ تم اس کے پاس جا رہے ہو، ہمارا پیغام بھی پہنچانا۔ ابودرداء جب "ارینب" کے پاس گیا اور اس سے امام علیہ السلام اور یزید کے لئے رشتہ مانگا، تب "ارینب" نے اس سے صلاح و مشورہ کیا کہ ان میں سے کون سا شخص ہمسری کیلئے بہتر ہوگا؟ ابودرداء نے جواب میں کہا کہ : امام حسین علیہ السلام ، تمہاری ہمسری کے لئے بہتر اور شائستہ تر ہیں۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے اسی مہر پر "ارینب" کو اپنے عقد میں قرار دیا، جو یزید کی طرف سے تجویز کیا گیا تھا۔

"ارینب" کا پہلا شوہر عبداللہ، جو شام میں تھا، اس کے ساتھ معاویہ نے بے وفائی کی اور اس کی تنخواہ بھی روک لی۔ عبداللہ عراق کی طرف روانہ ہوا تاکہ اپنی سابقہ بیوی کے پاس امانت کے عنوان سے رکھے گئے مال کو اس سے لے لے۔ امام حسین علیہ السلام کے پاس پہنچا اور اپنی امانت کو واپس لینے کا موضوع بیان کیا۔ اس کے بعد

اپنی امانت کو حاصل کرنے کے لئے اپنی سابقہ بیوی کے پاس گیا اور مال کو حاصل کیا۔ان دونوں کو جب گزشتہ ایّام یاد آگئے، تو افسوس کر کے رونے لگے۔ امام علیہ السلام نے اس منظر کو دیکھ کر ان پر رحم کیا اور فرمایا: "میں اسے طلاق دیتا ہوں۔ خدایا! تو آگاہ ہے کہ میں نے اسے مال یا خوبصورتی کے لئے اپنے عقد میں قرار نہیں دیا ہے، بلکہ اس لئے یہ کام انجام دیا ہے کہ اس کو اس کے شوہر کے لئے محفوظ رکھوں، اس لئے میں نے اس سے شادی کی تھی"۔اس کے بعد حکم دیا کہ پورا مہر اسے دے دیں۔ ان دونوں نے تشکر کے عنوان سے امام علیہ السلام کو کچھ مال دینا چاہا، مگر حضرت علیہ السلام نے اسے قبول نہیں کیا اور فرمایا: جس اجر کی مجھے امید ہے کہ مجھے دیا جائے گا، وہ مال سے بہتر ہے، اس کے بعد ان دونوں نے دوبارہ اپنی ازدواجی زندگی کو شروع کیا۔[1]

وصیت کرنا

اسلام میں فقہ کے احکام میں سے ایک وصیت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ وصیت کے احکام کے بارے میں فرماتا ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ ٱلْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا ٱلْوَصِيَّةُ لِلْوَٰلِدَيْنِ وَٱلْأَقْرَبِينَ بِٱلْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى ٱلْمُتَّقِينَ ۔ فَمَنۢ بَدَّلَهُۥ بَعْدَ مَا سَمِعَهُۥ فَإِنَّمَآ إِثْمُهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُۥٓ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ فَمَنْ خَافَ مِن مُّوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ

1۔ دینوری، ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ، الامامۃ و السیاسۃ، تحقیق علی شیری، ج ۱، ص ۲۱۷ بہ بعد، نشر دارالاضواء، بیروت، دینوری، ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ، الامامۃ والسیاسۃ، قم ایران، انتشارات شریف رضی ۱۳۸۸، ج ۱، ص ۲۵۳ بہ بعد۔

رَّحِيمٌ[1] (تمہارے اوپر یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت سامنے آجائے تو اگر کوئی مال چھوڑا ہے تو اپنے ماں باپ اور قرابتداروں کے لئے وصیت کردے یہ صاحبانِ تقویٰ پر ایک طرح کا حق ہے، اس کے بعد وصیت کو سن کر جو شخص تبدیل کردے گا اس کا گناہ تبدیل کرنے والے پر ہوگا تم پر نہیں. خدا سب کا سننے والا اور سب کے حالات سے باخبر ہے، پھر اگر کوئی شخص وصیت کرنے والے کی طرف سے طرفداری یا ناانصافی کا خوف رکھتا ہو اور وہ ورثہ میں صلح کرادے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے. اللہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے)۔

اسلامی روایات میں وصیت کے بارے میں بہت زیادہ تاکید ہوئی ہے۔ جن میں سے پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث میں دیکھا جاسکتا ہے:

مَا يَنْبَغِي لِامْرِئٍ مُسْلِمٍ أَنْ يَبِيتَ لَيْلَةً إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ تَحْتَ رَأْسِهِ[2]

مسلمان کیلئے یہ سزاوار نہیں ہے کہ رات کو اپنا وصیت نامہ اپنے سر کے نیچے رکھے بغیر سو جائے۔

البتہ یہ بات واضح ہے کہ "سر کے نیچے رکھنے" کا جملہ تاکید کے عنوان سے ہے جبکہ اصل مقصد وصیت کا آمادہ رکھنا ہے۔ اسی طرح دوسری روایت میں ہے کہ

مَنْ مَاتَ بِغَيْرِ وَصِيَّةٍ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً[3]

جو شخص بغیر وصیت کے دنیا سے چلا جائے اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔

۱۔ سورہ بقرہ کی آیات ۱۸۰ سے ۱۸۲

۲۔ مکارم الاخلاق، ص ۳۶۲

۳۔ مکارم الاخلاق، ص ۳۶۲

امام حسین علیہ السلام کا محمد حنفیہؒ کو وصیت لکھنا

امام علیہ السلام نے مدینہ سے مکہ کی طرف نکلتے وقت یہ وصیت نامہ لکھا اور اپنی مہر لگا کر اپنے بھائی محمد حنفیہؒ کے حوالے کیا۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ، هذا ما اَوْصى بِهِ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِي اِلى اَخِيهِ مُحَمّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ اَنَّ الْحُسَيْنَ يَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰهَ اِلا الله وَحدَهُ لا شَرِيكَ لَهُ وَاَنَّ مُحَمَّدا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ جاء بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِهِ وَاَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَالنّارَ حَقٌّ وَالسَّاعَةَ آتِيَةٌ لا رَيْبَ فيها وَاَنَّ الله يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ وَاَنِّي لَمْ اَخْرُجْ اَشِرًا الا بَطِرا اَوَلا مُفْسِداً وَلا ظالِماً وَاِنّما خَرَجْتُ لِطَلَبِ الْاصلاحِ فِي اُمَّةِ جَدِّي صلى الله عليه و آله اريدُ اَنْ آمُرَ بِالْمَعْرُوفِ وَاَنْهي عَنِ الْمُنْكَرِ وَاَسيرَ سِيرَةِ جَدِّي وَاَبي علي بْنِ اَبِي طالِبٍ فَمَنْ قَبِلَني بِقبُولِ الْحَقِّ فَالله اَوْلى بِالْحَقِّ وَمَنْ رَدَّ عَلَى هذا اَصْبِرُ حَتّى يَقْضِيَ اللهُ بَيْنِي وَبَيْنَ الْقَومِ وَهُوَ خَيْرُ الْحاكِمِينَ وَهٰذِهِ وَصِيَّتِي اِلَيْكَ يا اَخِي وَما تَوْفِيقي اِلاّ بِالله عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيبُ [1]

”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ وصیت حسین ابن علی علیہما السلام کی جانب سے اپنے بھائی محمد حنفیہؒ کے نام ہے۔ میں حسین علیہ السلام گواہی دیتا ہوں اللہ ایک اور یکتا ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں اور حق (اسلام) کے قوانین کو اللہ کی جانب سے لائے اور گواہی

۱۔ سخنان حسین ابن علی از مدینہ تا کربلا، شمارہ سخن ۹، جس میں مقتل خوارزمی، ج ۱، ص ۱۸۸، عوالم العلوم والمعارف والاحوال من الایات والاخبار والاقوال، ص ۵۴ سے نقل کیا گیا ہے۔

دیتا ہوں بہشت اور دوزخ حق ہے اور روز جزا بے شک واقع ہو گی اور اللہ تمام انسانوں کو اس دن یعنی روز قیامت زندہ کرے گا۔

امام حسین علیہ السلام نے اپنے وصیت نامہ میں توحید، نبوت اور قیامت کے بارے میں اپنے عقیدے کو بیان کرنے کے بعد اپنے سفر کے ہدف کو اس طرح بیان کیا:

" اور میں نہ تو اپنی خاطر، نہ عیش و عشرت کیلئے اور نہ ہی ظلم و فساد کیلئے مدینہ سے جا رہا ہوں بلکہ میرا اس سفر سے ہدف امر بالمعروف، نہی عن المنکر ہے اور اس سفر میں میری خواہش امت کے مفاسد کی اصلاح، سنت اور اپنے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قانون کا زندہ اور احیاء کرنا اور میرے والد علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی راہ اور راستہ ہے۔ پس جو بھی اس حقیقت کو مجھ سے قبول کرلے (اور میری پیروی کرے) اس نے اللہ کی راہ کی پیروی کی ہے اور جو بھی اسے ردّ کرے (اور میری پیروی نہ کرے) تو میں صبر و استقامت کے ساتھ (اپنی راہ پر) چلتا رہوں گا یہاں تک اللہ میرے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے کیونکہ وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور میرے بھائی! یہ میری آپ کیلئے وصیت ہے اور توفیق صرف خدا کی جانب سے ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف پلٹنا ہے۔[1]

۱۔ ترجمہ خطبات حسین ابن علی از مدینہ تا کربلا، شمارہ سخن ۹

کربلا کے میدان میں

امام حسین علیہ السلام کا نماز اور اللہ سے دعا و مناجات سے عشق

امام حسین علیہ السلام نماز، اللہ سے مناجات، قرآن مجید کی تلاوت، اور دعا و استغفار سے بہت محبت اور دلی لگاؤ رکھتے تھے۔ کبھی دن رات میں سو سے زیادہ رکعتیں نماز پڑھتے تھے۔ اپنی زندگی میں کبھی دعا اور مناجات کو نہ چھوڑا اور دشمنوں سے مہلت مانگی تاکہ خلوت میں اپنے ربّ کے ساتھ گفتگو کر سکیں۔ اور فرمایا: "اللہ جانتا ہے کہ میں نماز، قرآن کی تلاوت اور دعا اور استغفار کو بہت پسند کرتا ہوں "۔

مشہور دعائے عرفہ کا عرفات میں کمال تضرع و خشوع و معرفت کے ساتھ پڑھنا امام علیہ السلام کے اللہ سے دعا اور مناجات سے عشق اور دلی لگاؤ کے نمونوں میں سے ایک ہے۔

وصیت کرنا اور خواتین کو اپنے چہرے کو ناخنوں سے نہ خراشنے کی نصیحت کرنا اور صبر کا حکم دینا

امام سجاد علیہ السلام سے منقول ہے کہ شب عاشور میرے والد خیمے میں اپنے چند اصحاب کے ہمراہ تشریف فرما تھے اور "ابوذر" کے غلام "جون" آپ علیہ السلام کی تلوار تیز کر رہے تھے اس موقع پر امام علیہ السلام نے یہ شعر پڑھے:

يا دَهْرُ اُفٍّ لَكَ مِنْ خَلِيلِ كَمْ لَكَ بِالْا شْراقِ وَالا صيلِ مِنْ صاحِبٍ اَوْطالِب قَتيلِ وَالدَّهْرُ لايَقْنَعُ بِالْبَديلِ وَاِنَّما الاَمْرُ اِلَي الجَليلِ وَكُلُّ حَي سالِكٌ سَبيلِ «... يا اُخْتاهُ تَعَزّي بِعَزأ الله وأعلمي أنَّ اَهْلَ لاَرْضِ يَمُوتُونَ وَاَهْلَ السَّماء لا يَبْقُونَ وَأَنَّ كُلَّ شَيءٍ

هالِكٌ اِلّاَ وَجهَ الله الذّي خَلَقَ الاَرضَ بِقُدرَتِهِ وَيَبعَثُ الخَلقَ فَيَعُودُونَ وَهُوَ فَردٌ وَحدَهُ اَبي خَيرٌ مِنّي وَاُمّي خَيرٌ مِنّي وَاَخي خَيرٌ مِنّي وَلي وَلَهُم وَلِكُلّ مُسلِمٍ بِرَسُولِ اللهِ اُسوَةٌ... يا اُختاه يا اُمّ كُلثُوم يا فاطِمَةُ يا رَبابُ انظرن اِذا قُتِلتُ فَلا تَشقُقنَ عَلَي جَيباً وَلا تَخمُشنَ وَجهاً وَلا تَقُلنَ هَجراً»[1]

"اے دنیائے ناپائیدار تجھ پر وای ہو۔ کیا بری دوست ہے تو کہ صبح و شام کتنے ہی دوستوں اور دشمنوں کو مار ڈالتی ہے اور ایک کے عوض دوسرے کو قبول نہیں کرتی۔ سچ کہ تمام امور خدا ہی کے ہاتھ میں ہیں، جو زندہ ہے بہر حال اسے یہ راستہ طے کرنا ہے"۔

امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ اشعار سن کر میں سمجھ گیا کہ ان کے ذریعے میرے والد اپنی شہادت کی خبر دے رہے ہیں۔ میری آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں لیکن میں نے رونے سے گریز کیا۔ البتہ میری پھوپھی زینب علیہا السلام نے جو میرے بستر کے ساتھ ہی تشریف فرما تھیں یہ اشعار سن لیے اور جب امام علیہ السلام کے سب اصحاب چلے گئے تو وہ امام علیہ السلام کے خیمے میں تشریف لے گئیں اور کہا: کاش میں مر گئی ہوتی اور آج یہ مصیبت کا دن نہ دیکھتی۔ اے گزشتگان کی یادگار اور اے پسماندگان کی پناہ گاہ! یوں لگتا ہے کہ میرے تمام عزیز آج ہی مجھ سے جدا ہوئے ہیں

ا۔ سخنان حسین ابن علی از مدینہ تا کربلا، شمارہ سخن ۴۹ جس میں انساب الاشراف، ج ۳، ص ۱۸۵، تاریخ الطبری، ج ۷، ص ۳۲۴، الکامل فی التاریخ، ج ۳، ص ۲۸۵، ارشاد مفید، ص ۲۳۲، مقتل خوارزمی، ج ا، ص ۳۲۷، تاریخ الیعقوبی، ج ۲، ص ۲۴۴ سے نقل ہوا ہے۔

۔آج یہ مصیبت دیکھ کر والد گرامی علی ابن ابی طالب علیہما السلام ، والدہ محترمہ فاطمہ زہرا علیہا السلام اور بھائی حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے بچھڑنے کا غم تازہ ہوگیا۔ امام علیہ السلام نے حضرت زینب علیہا السلام کو تسلی دی، صبر و تحمل کی تاکید کی اور فرمایا: "یَا اُخْتَاہ تَعَزِّیْ بِعَزَاءِ اللهِ اے بہن! صبر و تحمل سے کام لو اور یاد رکھو کہ ایک دن تمام دنیا والوں نے مرنا ہے اور جو آسمان پر ہیں وہ بھی باقی نہیں رہیں گے۔ وہ خدا جس نے اپنی قدرت سے دنیا کو خلق کیا ہے اسکے سوا سب نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور وہی تمام مخلوقات کو ایک بار پھر اٹھائے گا اور وہ یکتا اور بے مثل ہے۔ میرے والد، میری والدہ اور میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے اور میرے ان کے اور تمام مسلمانوں کیلئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات نمونہ عمل ہے (ان سب نے بھی موت کا ذائقہ چکھا ہے۔) پھر فرمایا: "یا اختاہ یا ام کلثوم! یا فاطمہ! یا رباب۔۔۔ اے میری بہن! اے ام کلثوم! اے فاطمہ! اے رباب! دیکھو میرے مرنے پر ہرگز گریبان چاک نہ کرنا، اپنا منہ نہ نوچنا! اور ہرگز کوئی نامناسب بات لبوں پر نہ لانا۔"[۱]

جنگ میں ابتداء نہ کرنا اور دشمن پر حجّت تمام کرنا

فقہ امامیہ میں جہاد کے مسائل میں سے ایک یہ ہے کہ جنگ میں ابتداء نہ کرے، جہاد سے پہلے لازمی طور پر اتمام حجّت کی جائے، اور ایسا جہاد شرعی حیثیت نہیں رکھتا جس میں اتمام حجّت نہ کی جائے یا بغیر دعوت دیئے جنگ کی ابتداء کی جائے۔ اور یہی روش

۱۔ ترجمہ خطبات وسخنان حسین ابن علی از مدینہ تا کربلا، ص ۲۴۴

پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور امیر المومنین علی علیہ السلام کی اور اسی طرح امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کی سنت ہے۔

امام حسین علیہ السلام کا قافلہ اور لشکر حر ایک دوسرے کے متوازی چلتے ہوئے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے رہے، یہاں تک کہ "نینوا" کے مقام پر پہنچے۔ یہاں تیز رفتار گھوڑے پر سوار ایک مسلح شخص ان کے نزدیک آیا۔ یہ شخص ابن زیاد کا قاصد تھا اور اس کی طرف سے "حر" کے نام ایک خط لے کر آیا تھا۔ خط کا مضمون یہ تھا: جَعْجَع بِالْحُسَيْنِ حِيْنَ تَقْرَءُ كِتَابِيْ وَلَا تُنْزِلْهُ اِلَّا بِالْعَرَاءِ عَلٰى غَيْرِ مَاءٍ وَغَيْرِ حَصِيْنٍ یہ خط پاتے ہی حسین کے ساتھ سختی سے پیش آؤ اور انہیں ایک ایسے بیابان میں اترنے پر مجبور کر دو جہاں نہ پانی ہو اور نہ کوئی پناہ گاہ۔ حر نے یہ خط امام علیہ السلام کو پڑھ کر سنایا اور انہیں اپنی اس نئی ذمہ داری سے مطلع کیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ہمیں نینوا، غاضریات یا شفیہ میں اتر کر قیام کرنے دو۔ حر نے کہا: میں آپ کی اس تجویز کو قبول کرنے سے عاجز ہوں کیونکہ اب میں خود سے فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ یہ قاصد ابن زیاد کا جاسوس بھی ہے اور میری تمام حرکات و سکنات پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ اس دوران "زہیر ابن قین" نے امام علیہ السلام کو مشورہ دیا کہ ہمارے لیے اس مختصر لشکر سے جنگ کرنا، ان کے پیچھے آنے والے کثیر افراد سے جنگ کرنے کی نسبت زیادہ آسان ہے کیونکہ خدا کی قسم کچھ ہی دیر بعد بہت سے لشکر ان کی مدد کو آ پہنچیں گے اور پھر ان سب کا مقابلہ کرنا ہمارے لیے ممکن نہیں ہو گا۔ امام علیہ السلام نے زہیر کے اس مشورے کے جواب میں فرمایا:

ما كُنتُ لِأَبدَاءَهُم بِالقِتالِ[1]

میں کبھی ان کے ساتھ جنگ میں پہل نہیں کروں گا۔

روزِ عاشور امام علیہ السلام کے عام خطاب، آپ علیہ السلام کی عمرابن سعد کے ساتھ گفتگو اور اس کے واپس اپنی سپاہ میں چلے جانے کے بعد، عمرابن سعد، ایک مرتبہ پھر اپنے لشکر سے نمودار ہوا اور حسین ابن علی علیہما السلام کے خیموں کی طرف ایک تیر پھینک کر اپنے سپاہیوں سے بولا: اِشهَدوا الي عِندَالامير اَنِّي اَوَّلُ مَن رَمیٰ امیر کے سامنے گواہی دینا کہ (حسین ابن علی علیہما السلام کی طرف) سب سے پہلا تیر میں نے پھینکا ہے۔ یہ منظر دیکھنے کے بعد کوفیوں نے امام علیہ السلام کے خیموں کی طرف تیر پھینکنا شروع کر دیئے اور دشمن کی طرف سے پھینکے جانے والے یہ تیر بارش کے قطروں کی طرح خیموں پر برسنے لگے۔[2]

کربلا کے میدان میں ظہر کی باجماعت نماز ادا کرنا

امام حسین ابن علی علیہما السلام کے اصحاب میں سے ایک عمرو ابن کعب ہیں، جو ابو ثمامہ صائدی کے نام سے مشہور ہیں انہوں نے جب دیکھا کہ ظہر کا وقت آ پہنچا ہے تو امام علیہ السلام سے عرض کیا: میری جان آپ پر فدا ہو۔ اگرچہ دشمن پے در پے حملے کر رہا

۱۔ سخنان حسین ابن علی از مدینہ تا کربلا، شمارہ سخن ۴۱، ترجمہ خطبات و سخنان حسین ابن علی از مدینہ تا کربلا، ص۲۱۰ جس میں تاریخ طبری، ج۷، ص۳۰۷، تاریخ کامل ابن اثیر، ج۳، ص۲۸۲، مقتل خوارزمی، ج۱، ص۲۳۴ سے نقل کیا گیا ہے۔

۲۔ سخنان حسین ابن علی از مدینہ تا کربلا، شمارہ سخن ۵۹، ترجمہ خطبات و سخنان حسین ابن علی از مدینہ تا کربلا، ص۲۹۹ جس میں لہوف، ص۸۹، مقتل خوارزمی، ج۲، ص۹ سے نقل کیا گیا ہے۔

ہے لیکن خدا کی قسم یہ میری لاش پر سے گزر کر ہی آپ علیہ السلام تک پہنچ سکیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ ایک اور نماز آپ علیہ السلام کی امامت میں ادا کر کے اپنے پروردگار سے ملاقات کروں۔ امام علیہ السلام نے ابو ثمامہ کے جواب میں فرمایا: ذَکَرْتَ الصَّلاۃَ ۔۔۔ تم نے نماز کو یاد کیا، خدا تمہیں ان نماز گزاروں میں سے قرار دے جو خدا کا ذکر کرتے ہیں۔ ہاں، نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ دشمن سے کہو کہ کچھ دیر ٹھہر جائے تاکہ ہم نماز پڑھ سکیں۔ لیکن جب لشکر کوفہ سے عارضی جنگ بندی کیلئے کہا گیا تو اس لشکر باطل کے حصین نامی ایک سردار نے کہا: اَنَّھَا لَاتُقْبَلُ کیسی نماز؟ تمہاری نماز بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہو گی۔ حصین ابن نمیر کا یہ گستاخانہ کلام سن کر حبیب ابن مظاہر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اس سے کہا: زَعَمْتَ اَنَّھَا لَا تُقْبَلُ مِنْ آلِ الرَّسُوْلِ وَتُقْبَلُ مِنْکَ یَا حِمَارُ؟ (کیا تیرا خیال یہ ہے کہ آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز تو قبول نہ ہو گی اور تیری نماز قبول ہو جائے گی؟ اے گدھے!) یہ سن کر حصین نے حبیب پر حملہ کر دیا اور اس کے ساتھی بھی اس کی مدد کیلئے آگئے۔ ادھر حبیب کے دوست بھی ان کی مدد کو بڑھے اور یوں سخت جنگ چھڑ گئی۔ بڑھاپے کے باوجود حبیب نے دشمن کے کئی افراد کو موت کے گھاٹ اتارا بالآخر خود بھی شہید ہوئے جس کے بعد دشمن نے ان کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اپنے اس بوڑھے مہمان کا مارا جانا حسین ابن علی علیہما السلام کیلئے سخت رنج والم کا باعث تھا آپ علیہ السلام نے حبیب کے سر اور زخموں سے چور چور بدن کے قریب کھڑے ہو کر فرمایا: "عِنْدَ اللّٰہِ اَحْتَسِبُ نَفْسِیْ وَحُمَاۃَ اَصْحَابِیْ میری اور میرے مددگار اصحاب کی قربانی اللہ کی رضا کیلئے ہے۔" آخر کار امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب نے تیروں کی بارش میں نماز

ظہر ادا کی اور چند اصحاب نماز ہی کے دوران مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے اور حقیقی نماز گزاروں کی صف میں شامل ہوگئے۔[۱]

جوان بیٹے علی اکبر علیہ السلام کے جنازے کو خود کندھوں پر نہ اُٹھانا

فقہ جعفریہ میں مکروہ ہے کہ باپ اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کا جنازہ قبر میں دفن کرے اسی طرح معروف ہے کہ باپ کیلئے مکروہ ہے کہ اپنے جوان بیٹے کے جنازے کو کاندھا دے۔ لیکن بیٹے کے لیے مستحب ہے کہ اپنے والد کے جنازے کو خود اپنے کندھوں پر اٹھائے۔ **بعض علماء فرماتے ہیں** کہ جب حضرت علی اکبر علیہ السلام (امام حسین علیہ السلام کے جوان بیٹے) شہید ہوگئے تو حضرت علیہ السلام نے اپنے جوان بیٹے کے جنازے کو خود اپنے کندھوں پر اٹھانے کے مکروہ ہونے کی بنا پر علی اکبر علیہ السلام کی نعش کو خود اپنے کندھوں پر نہیں اٹھایا۔ مقاتل میں لکھا گیا ہے:

وَأَمَرَ فِتْيَانَهُ أَنْ يَحْمِلُوهُ إِلَى الْخِيمَةِ، فَجَاؤُوا بِهِ إِلَى الْفُسْطَاطِ الَّذِي يُقَاتِلُونَ أَمَامَهُ

امام حسین علیہ السلام نے حکم دیا کہ انہیں (علی اکبر علیہ السلام کے جنازے کو) اٹھا کر خیمہ کی طرف لایا جائے پس انہیں اس خیمے کی طرف لایا گیا جس کے سامنے جنگ کر رہے تھے۔

وَأَقْبَلَ الْحُسَيْنُ إِلَى اِبْنِهِ، وَأَقْبَلَ فِتْيَانُهُ إِلَيْهِ، فَقَالَ: اِحْمِلُوا أَخَاكُمْ،

فَحَمَلُوهُ مِنْ مَصْرَعِهِ حَتَّى وَضَعُوهُ بَيْنَ يَدَى الْفُسْطَاطِ الَّذِي كَانُوا يُقَاتِلُونَ أَمَامَهُ[۲]

۱۔ سخنان حسین ابن علی از مدینہ تا کربلا، شمارہ سخن ۶۳ و ۶۷، ترجمہ خطبات و سخنان حسین ابن علی از مدینہ تا کربلا، ص ۳۱۴-۳۱۵، ۳۲۷-۳۲۹

۲۔ مقتل امام حسین علیہ السلام، ج ۲، صفحہ ۳۵۲ جس میں مختلف مقاتل سے ذکر کیا گیا ہے۔

امام حسین علیہ السلام اپنے فرزند کی طرف گئے، دوسرے نوجوان بھی حضرت علی اکبر علیہ السلام کی طرف آئے۔ پھر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اپنے بھائی کو اٹھایئے تو ان کے جنازے کو ان کی شہادت کے مقام سے اٹھا کر لایا گیا اور اس خیمے کی طرف لے جایا گیا جس کے سامنے جنگ کر رہے تھے۔

لاہیجان کے امام جمعہ حاج آقا رنجبر کہتے ہیں:

"امام حسین علیہ السلام جب دنیا میں تھے ان کا ایک عمل بھی بغیر حساب کتاب کے نہ تھا۔ ایک جنازہ علی اکبر علیہ السلام کا اٹھانا تک بے حساب کتاب نہ تھا تا کہ کراہت میں مبتلا نہ ہوں۔ یہ جو فرمایا: اے بنی ہاشم کے جوانوں آؤ۔۔۔ایسا نہیں ہے کہ حسین علیہ السلام کی کمر ٹوٹی ہوئی تھی اس لیے اپنے بیٹے کے جنازے کو اٹھا نہیں سکتے۔ نہیں آقا، حضرت ابی عبد اللہ علیہ السلام چاہتے ہیں کہ کراہت میں مبتلا نہ ہوں کیوں کہ مکروہ ہے باپ اپنے بیٹے کے جنازے کی تشییع کر کے خود اسے اپنے کندھوں پر اٹھائے (لیکن بیٹے کے لیے مستحب ہے کہ اپنے والد کے جنازے کو اپنے کندھوں پر اٹھائے) ابی عبد اللہ علیہ السلام نے تمام شہداء کے جنازوں کو جہاں تک ممکن تھا خود اپنی آغوش میں لیا ہے اور اپنے کندھوں پر اٹھایا ہے لیکن جب اپنے جوان بیٹے علی اکبر علیہ السلام تک پہنچے تو صدا دی: یَافِتْيَانَ بَنِيْ هَاشِمٍ اِحْمِلُوْا نَعْشَ اَخِيْكُمْ اِلَى الْفُسْطَاطِ اے بنی ہاشم کے جوانوں آؤ اور اپنے بھائی کے جنازے کو خیمے کی طرف لے جاؤ۔[1]

۱۔ سخنرانی امام جمعہ محترم لاہیجان حاج آقا رنجبر یکشنبہ ۱۳۸۵/۷/۹ - مسجد جامع لاہیجان

نتیجہ کلام

ان تمام مطالب سے جو بیان کئے گئے، مندرجہ ذیل نتائج حاصل ہوتے ہیں:

١. سید الشہداء امام حسین علیہ السلام ہم شیعوں کیلئے بہت خاص عالی مقام رکھتے ہیں، چہاردہ معصومین علیہم السلام میں پانچویں معصوم اور تیسرے امام ہونے کے ساتھ ساتھ امام حسین علیہ السلام کے اعمال و رفتار، اقوال و گفتار و کلمات، شیعہ تفکر میں ایک اہم نقش رکھتے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام کی کربلا میں شہادت کو، طولِ تاریخ میں مختلف جہتوں اور زوایا مثلا سیاسی، اعتقادی، اور اخلاقی جہات سے موردِ تحقیق قرار دیا جاتا رہا ہے لیکن امام حسین علیہ السلام (جو تمام جہات سے ہم شیعوں کیلئے پوری زندگی کا نمونۂ عمل ہیں)، ان کے کونسے احکام فقہی انکے اقوال اور اعمال میں وجوب، حرمت، مباح، اور استحباب کی نظر سے حاکم ہیں، ایسا موضوع ہے جسے اس کتاب میں تاریخی اور فقہی جہت سے بیان کیا گیا ہے۔

٢. امام حسین علیہ السلام فقہی اقوال و گفتار و کلمات بھی رکھتے ہیں، انکے اعمال، عبادات و معاملات، اسلام کے فقہی قوانین کے مطابق تھے بلکہ ان کا ہر عمل عینِ اسلام تھا۔

٣. آخر میں اُن افراد کیلئے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نعوذ باللہ امام حسین علیہ السلام کا اصلاً فقہ و عبادات و احکامِ شریعت اور شریعت کے فقہی قوانین کے اجراء سے کوئی سَر و کار نہ تھا بلکہ ان کا قیام صرف حکومت و سیاست کیلئے تھا ان کے لئے امام حسین علیہ السلام کا جنبۂ فقہی واضح ہو گیا۔

منابع

۱. **القرآن الکریم**، خط عثمان طہ، قم، ایران، انتشارات اسوہ، وابستہ بہ سازمان او قات وامور خیریہ، چاپ دوم.

۲. شریف الرضی، محمد بن حسین، **نہج البلاغہ**، فیض الاسلام اصفہانی، علی نقی، تہران ایران، موسسۃ چاپ و نشر تالیفات فیض الاسلام، ۱۳۷۹، چاپ پنجم

۳. ابن شعبہ حرانی، حسن بن علی، **تحف العقول عن آل الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ**، جامعہ مدرسین قم، چاپ دوم، ۱۴۰۴ق.

۴. ابن منظور، محمد بن مکرم، **لسان العرب**، بیروت لبنان، دار الفکر للطباعۃ والنشر و التوزیع- دار صادر، ۱۴۱۴ ق، چاپ سوم

۵. آل اعتماد، سید مصطفیٰ موسوی، **بلاغۃ الحسین علیہ السلام**، عربی و فارسی؛ مترجم: سید محمد حسن مشکوٰۃ، ناشر رسول اعظم ﷺ، چاپ ہفتم، ۱۳۹۲

۶. بحرانی اصفہانی، عبداللہ بن نور الدین، **عوالم العلوم والمعارف والاحوال من الآیات والاخبار والاقوال**، قم ایران، موسسۃ الامام المہدی عجل اللہ تعالی فرج، ۱۴۱۳.

۷. بلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر، **انساب الاشراف**، بیروت لبنان، دار التعارف، ۱۳۹۴.

۸. تمیمی المغربی، ابو حنیفہ النعمان بن محمد، **دعائم الاسلام**، بیروت لبنان، دار الاضواء، ۱۴۱۱

۹. جزری، ابن الاثیر، **اسد الغابہ**، بیروت لبنان، دار احیاء التراث العربی.

۱۰. حائری، عباس صفائی، **تاریخ سید الشہداء علیہ السلام**، قم ایران، انتشارات مسجد مقدس جمکران ۱۳۷۹.

11. حبیب آل ابراہیم، **ذکری الحسین**، صیدا، 1354.
12. حر العاملی، محمد بن الحسن، **وسائل الشیعۃ**، بیروت لبنان، دار احیاء التراث 1403.
13. حر العاملی، محمد بن الحسن، **وسائل الشیعۃ**، تہران، ایران، کتابفروشی اسلامیہ 1403.
14. خطیب خوارزمی، **مقتل خوارزمی**، قم ایران.
15. دینوری، ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ، **الامامۃ والسیاسۃ**، تحقیق علی شیری، نشر دار الاضواء، بیروت.
16. دینوری، ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ، **الامامۃ والسیاسۃ**، قم ایران، انتشارات شریف رضی 1388.
17. زیدی، سید علی مرتضٰی، **ترجمہ خطبات حسین ابن علی از مدینہ تا کربلا**، الحرمین پبلشرز، کراچی
18. سروی المازندرانی، ابو جعفر رشید الدین محمد بن علی بن شہر آشوب، **مناقب آل ابی طالب علیہم السلام**، قم، ایران، انتشارات العلامۃ.
19. سید ابن طاوس، **لہوف**، نجف عراق، مکتبۃ الحیدریہ 1385
20. سید ابن طاوس، **لہوف**، قم ایران، انتشارات جہان
21. شوستری، نور اللہ بن شریف الدین، **احقاق الحق وازھاق الباطل (مع تعلیقات سید شہاب الدین مرعشی نجفی)**، قم، ایران، مکتبۃ آیۃ اللہ المرعشی النجفی، 1347، چاپ اول.
22. شیبانی (ابن اثیر)، عز الدین ابی الحسن علی بن ابی الکرم، **الکامل فی التاریخ**، بیروت لبنان، احیاء التراث، 1404.

۲۳. شیخ الصدوق، ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی، **الامالی**، بیروت لبنان، موسسۃ الاعلمی، ۱۴۰۰۔
۲۴. شیخ الصدوق، ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی، **الخصال**، جامعہ المدرسین، ۱۳۶۲
۲۵. شیخ الصدوق، ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی، **کمال الدین و تمام النعمۃ**، تہران ایران، دار الکتب الاسلامیۃ، ۱۳۵۹۔
۲۶. شیخ الصدوق، ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی، **من لایحضرہ الفقیہ**، قم ایران، جامعہ المدرسین
۲۷. شیخ المفید، محمد بن محمد بن نعمان، **الارشاد**، قم ایران، مکتبۃ بصیرتی۔
۲۸. طباطبائی، سید محمد حسین، **ترجمہ تفسیر المیزان**، قم، ایران، دفتر انتشارات اسلامی وابستہ بہ جامعۃ مدرسین حوزہ علمیہ قم، ۱۳۶۳۔
۲۹. طبرسی، حسن بن فضل، **مکارم الاخلاق**، الشریف الرضی - قم، ۱۴۱۲ق۔
۳۰. طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، **تاریخ الطبری**، بیروت لبنان، دار الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۶۔
۳۱. طوسی، ابو جعفر محمد بن الحسن، **الامالی**، دار الثقافہ، قم، ۱۴۱۴ھ ق
۳۲. طوسی، ابو جعفر محمد بن الحسن، **التہذیب**، بیروت لبنان، دار صعب۔
۳۳. عبد الباقی، محمد فواد، **المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم**، قاہرہ مصر، مطبعۃ دار الکتب المصریہ، ۱۳۶۴۔
۳۴. عسکری، سید مرتضی، **ترجمہ معالم المدرستین**؛ مترجم محمد جواد کرمی، قم ایران، دانشکدہ اصول الدین، ۱۳۸۶، چاپ دوم۔

۳۵. علامہ حلی، حسن بن یوسف بن مطہر، **تذکرة الفقهاء**، قم ایران، مکتبة المرتضویة
۳۶. علامہ حلی، حسن بن یوسف بن مطہر، **نهایة الاحکام**، قم ایران، موسسة اسماعیلیان، ۱۴۱۰
۳۷. علامہ حلی، حسن بن یوسف بن مطہر، **تحریر الاحکام الشرعیة علی مذهب الامامیة**، قم ایران، موسسة الامام الصادق علیہ السلام، ۱۴۲۰، چاپ اول.
۳۸. عیاشی، محمد بن مسعود، **تفسیر العیّاشی**، المطبعة العلمیة- تہران، ۱۳۸۰ق.
۳۹. کرباسی، شیخ محمد صادق محمد، **دائرة المعارف الحسینیه-الحسین والتشریع الاسلامی**، لندن، مملکة المتحدة، المرکز الحسینی للدراسات ۱۴۲۱، چاپ اول.
۴۰. کلینی الرازی، ثقة الاسلام ابو جعفر محمد بن یعقوب اسحاق، **الکافی**، تہران، ایران، دار التراث الاسلامی.
۴۱. گروہ حدیث پژوہشکدہ باقر العلوم علیہ السلام، **فرہنگ جامع سخنان امام حسین علیہ السلام**، ترجمہ علی مویدی، تہران ایران، شرکت چاپ ونشر بین الملل، ۱۳۸۸، چاپ ششم.
۴۲. گروہ حدیث پژوہشکدہ باقر العلوم علیہ السلام، **مقتل (شہادتنامہ) امام حسین علیہ السلام جلد دوم از مقتل معصومین علیہم السلام**، ترجمہ جواد محدثی، قم، ایران، نشر معروف، ۱۳۹۰، چاپ سوم.
۴۳. مبرد، ابو العباس محمد بن یزید، **الکامل**، قاہرہ مصر، دار الفکر العربی، بی تا
۴۴. محقق الحلّی، نجم الدین جعفر بن الحسن، **المعتبر فی شرح المختصر**، مؤسسة سید الشهداء علیہ السلام، ۱۴۰۷ق

۴۵. متقی الهندی، علاء الدین علی بن حسام الدین، **کنز العمال**، بیروت لبنان، موسسة الرسالة، ۱۴۰۱
۴۶. مجلسی، محمد باقر، **بحار الانوار**، تہران ایران، مکتبة الاسلامیہ، ۱۳۶۳.
۴۷. موسسہ دائرة المعارف الفقہ الاسلامی زیر نظر آیة اللہ سید محمود ہاشمی شاہرودی، **فرہنگ فقہ فارسی**، قم ایران، انتشارات موسسہ دائرة المعارف فقہ اسلامی، ۱۳۸۷.
۴۸. نجمی، محمد صادق، **سخنان حسین ابن علی از مدینہ تا کربلا**، قم ایران، دفتر انتشارات اسلامی وابستہ بہ جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، ۱۳۶۵، چاپ ہفتم.
۴۹. نوری الطبرسی، میرزا حسین، **مستدرک الوسائل**، قم ایران، موسسة آل البیت، ۱۴۰۷.
۵۰. یعقوبی، احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وہب ابن واضح، **تاریخ الیعقوبی**، قم ایران، نشر و فرہنگ اہل بیت.